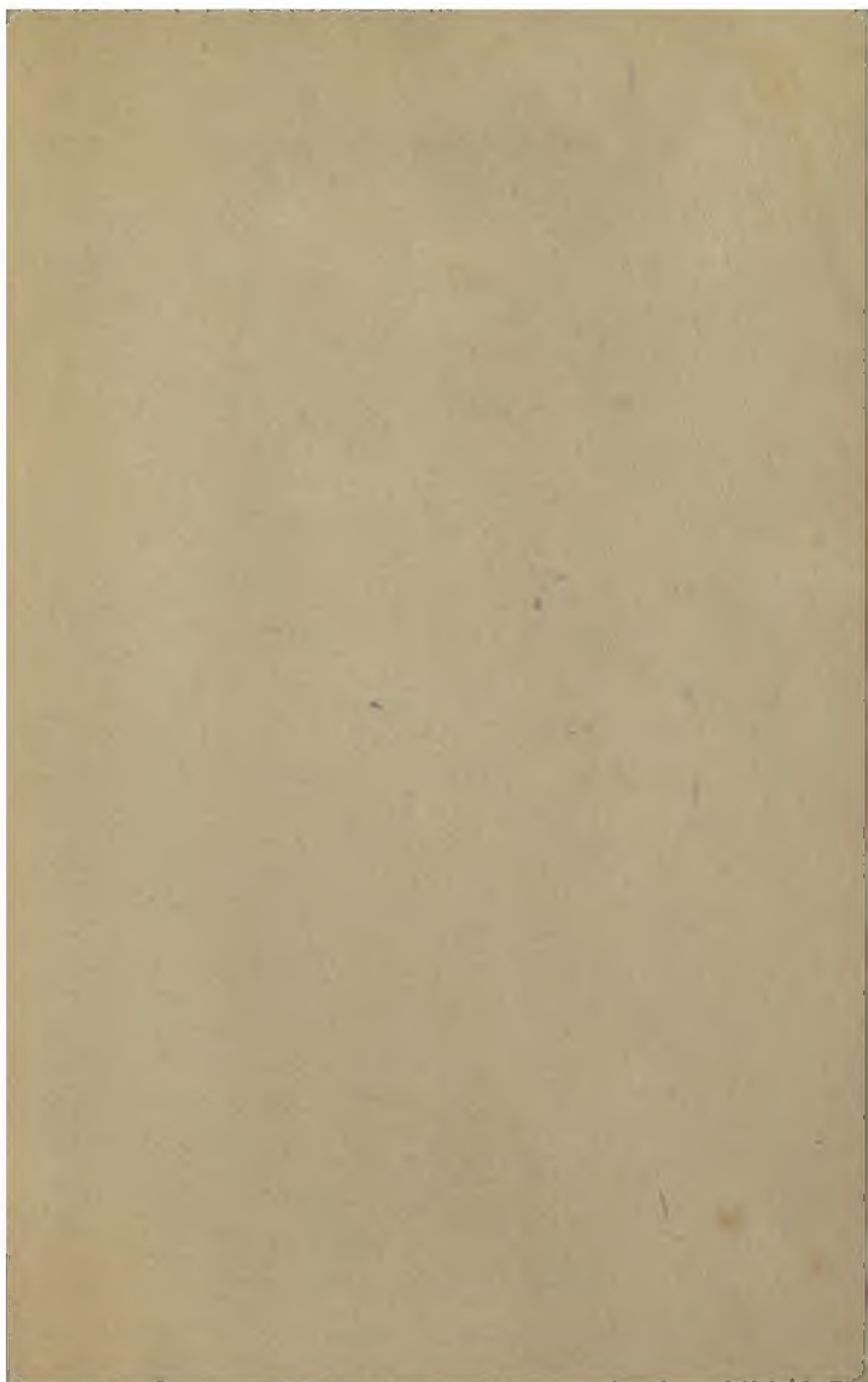


اقبال اور سوشلزم

مُرشبہ
حفیظ راء

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازوی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اقبال اور موشلزم



محمد عیسیٰ رائے

اقبالِ اوسوشرم

بالشوزم + خندا = اسلام

اسلامی دنیا کے آس پاس اشتراکیت کی
صورت میں جرنیہ اقتصادی تجربہ کیا جا رہا
ہے اس سے اسلام کے مقلد اور اس کی اصل
روح کے بارے میں ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

جو حرفِ قل العفو میں پرشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

البکیان

چوک انارکلی • لاہور

جملہ حقوق محفوظ

بار اول	—	جنوری ۱۹۷۰ء
طابع	—	رشید احمد چودھری
ناشر	—	مکتبہ جدید پریس لاہور
کتابت	—	محمد عتیق رائے
	—	محمد سلیم سائمنہ

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازوی

اپنے ہم سفر محمد صفدر میاں کے نام

۶۶/۱۹۶۵ء کے اُن اضطراری دنوں کی یاد میں جب چند قلعہ داروں نے
اسلامی سوشلزم کو اپنا لائحہ عمل بنایا اور مسٹر اے۔ کے۔ سومار کو اسلامی
سوشلزم کی پہلی لڑائی میں پیادوں شانے چت گرایا۔



اور اپت ۶۰-۱۹۶۸ء کے انقلابی دور میں جب کہ مزدودیت اور
اس کے پشت پناہوں اور حمایتیوں کے ساتھ "اسلامی سوشلزم کی
دوسری لڑائی" جاری ہے، دُعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں بصیرت، استقامت
اور نصرت بخشے۔

ترتیب

- | | | |
|---|---|-------------------------------|
| پیش لفظ | ۶ | محمد حنیف رائے ، ۷ |
| ۱ - اقبال اور اشتراکیت | ۷ | پروفیسر خواجہ محمد زکریا ، ۱۷ |
| ۲ - اقبال اور روس | ۷ | پروفیسر محمد عثمان ، ۲۹ |
| ۳ - اقبال اور اشتراکیت | ۷ | ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ، ۴۹ |
| ۴ - اقبال اور اسلامی اشتراکیت | ۷ | پروفیسر عزیز احمد ، ۸۹ |
| ۵ - اقبال اور سوشلزم - مؤردین کے حوالے سے | ۷ | محمد صفدر میسر ، ۱۷۳ |
| ۶ - اقبال اور سوشلزم - اقتصادی ترقی کے حوالے سے | ۷ | محمد حنیف رائے ، ۱۹۹ |

پیش لفظ

اقبال تصور پاکستان کا خالق تھا۔ پاکستان کی صورت میں اس نے مسلمانان ہند کی جس آزار پرست کا خواب دیکھا تھا اُس کے بارے میں ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد میں اس نے واضح کر دیا تھا کہ :

" اس (پاکستان) کے ذریعے اسلام کو یہ موقع ملے گا کہ وہ اُس چھاپ سے نجات پائے گا جو عرب ملوکیت نے اس پر لگا رکھی ہے اور یوں یہ اپنے قانون، اپنی تعلیم، اپنی ثقافت کو تحریک دے کر انہیں اپنی اصل رُوح اور رُوحِ عصر سے قریب لاسکے گا۔ "

اقبال ہماری فکری تاریخ کا ایک ایسا تھما ہے جو بیدار اور قدیم کا سنگم ہے۔ وہ ہمارا ایک ایسا حال ہے جہاں ہمارا ماضی اور ہمارا مستقبل با معنی بن جاتے ہیں۔ ایک جیتی جاگتی معنویت پا جاتے ہیں۔ وہ ایک ایسا روشن نقطہ اور ایسا متلیشیں لہر ہے جہاں اُمتِ مسلمہ کے مکانی وجود میں زمان کا حیات آفریں تہذہ داخل ہو کر اُسے تاریخ کی کئی دُوبدولا کھڑا کرنا اور طبیعتِ درِ طبق آگے بڑھنے کی جرات بخش دیتا ہے۔

اقبال مسلمانان ہند کا با تقدہ قائد اعظم کے ہاتھ میں دے کر خدا کو پیارا ہو گیا۔ قائد اعظم پاکستان ہمارے حوالے کر کے آخرت کے سفر پر نکل گئے اور ہم ہیں کہ ابھی یہی فیصلہ نہیں کر سکے کہ ہمارا منصبِ وقت کے بے پایاں بیاد میں پاکستان کو مساکت و جامد

رکھنا ہے یا اُسے اُن خطوط پر آگے بڑھانا ہے جن سے پلاسی سے پاکستان تک کی ہماری دوسو سالہ ساج و سامن جدوجہد کا وہ نقشہ مرتب ہوا ہے جو اقبال کے فکر اور قائد اعظم کے عمل سے ہم نے ورثے میں پایا ہے۔

اقبال نے اپنے خطبات کی بسم اللہ قرآن حکیم کے بارے میں یہ کہہ کر کی تھی کہ یہ ایسی کتاب ہے جو نظریے کی نسبت عمل پر زیادہ زور دیتی ہے۔ دراصل دین محض نظریہ ہوتا ہی نہیں، وہ زندگی کا عمل ہوتا ہے اور جب بھی نظریے کو زیر عمل لایا جائے گا اُسے تقدس اور تجرید کے جزدان سے نکالنا پڑے گا اور اس آب و گل کی دنیا میں اُسے بالکل اُسی طرح اپنی قلبی ماہیت کرنی ہوگی جیسے مٹی میں بیج اپنا پہلا قالب کھودیتا اور ایک نئے قالب میں ڈھل جاتا ہے۔ موت کے اسی ذائقے کے نتیجے میں بیج سے بڑا بار پھوٹتے ہیں، پھول کھلتے اور ان میں خوشبو بستی ہے، پھل آتے ہیں اور ان میں کس پڑتا ہے۔ نظریہ جب تک عمل کی کھالی میں نہ پڑے ایمان نہیں بنتا اور ایمان ایک ایسی متحرک حقیقت ہے کہ اپنی تکمیل کے لیے عمل کے منت نئے قالب طلب کرتی رہتی ہے۔

لیکن کچھ لوگوں کو نظریات کے بیج بہت عزیز ہوتے ہیں اور وہ انہیں عمل کی گھڑی اُسی طرح محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے بچل بنیے کئے گئے رہتے ہیں اور انہیں زندگی کی نعمتوں میں نہیں بدلتے۔ ان لوگوں کو نظریات کی عصمت کا اتنا خیال رہتا ہے کہ دقت جراتی کی طرح ڈھل جاتا ہے اور کھیتی بخر رہ جاتی ہے۔ شاید ان لوگوں کو زمانے سے، یاد ہر سے، ڈر آتا ہے۔ اور کیوں نہ آئے، آخر نئی کریم نے فرمایا ہے کہ دہر کو برا نہ کہو کہ دہر خدا ہے؛ دہر سے ڈرنا ہی چاہیے کہ اس سے ڈرنا خدا سے ڈرنا ہے۔ مگر نہیں، یہ لوگ دہر سے نہیں دہریت سے ڈرتے ہیں خدا سے نہیں خدائی سے ڈرتے ہیں۔ جس کائنات کی ہر قوت کو خدا نے انسان کے لیے سخر کر دیا یہ لوگ اُسی سے خوف کھاتے ہیں اور اُسی کی روح کی دستبرد سے، جو زمانے، دہر

یہ وقت میں اظہار پارہی ہے۔ شبہ طایف کو محفوظ رکھنے میں کوشاں ہیں۔ ان کا
سار زور نظریات پر ہیں۔ غائب میں مدد ہو جاتا ہے اور یہ ان کو عمل میں لانے
کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ یہ "مذین" تھے۔ "مذہبانے" "مذین" تھے۔ عمل و اصلاح
یوں بننا پسند نہیں کرتے۔

در اصل عمل میں بہت درد و غم ہے۔ عمل کا رستہ بہت کھٹن ہے۔ یہی سبب ہے کہ
نئے صدیوں تک سکون کی حکمت عملی کے عمل کے خرد میں پڑھنے نے نئے سیکن جیسا کہ
نظر پرست سبب میں۔ زمانہ مار۔ مریخ بہت خراب ہے۔ وہ غلطی رہا ہے
زیادہ بڑھو یا پیچھے ہو۔ وہ سبب کی تیز سے عمارت ہے۔ درخت کے گونجنے
رہتے یا غیور میں یہ نے کے یہ جو دن کے سڑک نہیں جہاں کے چوڑی کی ضرورت
ہوئی ہے۔ اس منزل پر سبب نیا سے بڑھ کر غائب روز و اعتدالی نیا پڑتا ہے۔
انہوں نے کہا تھا :

"اسد کے مہلکی زندگی میں کیا رہا۔ زور و ہدی و مدنی
قدروں پر ہے۔ مہلکی زندگی کی توانائی نے قابو میں رہی
ہے۔ جو مہلکی کی حیثیت کی شنید و رائے ہے۔ اس کے
یہ ضروری ہو گا۔ وہ زندگی کے نظم و ضبط کی غلطی سے
اور مہلکی سببوں کی ہواں کرے سیکن اگر ان ہدی
مہلکی کے مہلکی یہ سبب جو ان کے مہلکی میں پھیلا
کا مہلکی میں نہیں تو اس سے زندگی ہو ہی نہت میں تھر۔
واقع ہوں ہے۔ مہلکی ہو کر رہ جائے گی۔"

تو نے اپنے خطبات میں کہا یہ جو تھا کہ اسد میں جہاں کا روز و ہدی
و سبب مہلکی نہ ہے وہاں اس سے ہمارے توجہ کی طرف بھی دلائل تھی کہ

”اسلامی دنیا کے اس پاس، شترکیت کی صورت میں جو یہ تجربہ کیا جا رہا ہے اس سے
اسلام کے مقدر اور اس کی اصل روح کے بارے میں ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔“
گزشتہ موقع پر خطبہ اہد کے پاکستان سے متعلق اقتباس کو ذرا دہرایا جائے تو نامناسب
نہ ہوگا۔

”اس کے ذریعے اسلام کو یہ موقع ملے گا کہ وہ اس چھپ سے
نجات پاسکے گا جو عوام ملکیت نے اس پر لگا رکھی ہے۔ وہ یوں
یہ اپنے قانون، اپنی تقسیم، اپنی ثقافت کو تذبذب دے کر ہیں
اپنی اصل روح و اہم عہد قریب لاسکے گا۔“

گزشتہ بحث کا تجربہ اسلام کے مقدر اور اس کی اصل روح کی تصویر دکھانے کے
دور تصویر کو پاکستان کے ذریعے ایک ٹھوس قیاس بنانا مقصود ہے۔ پاکستان
کے بے شترکیت کیونکر عزم قرار دی جاسکتی ہے جب کہ قبائلی و عرہ رہنے کے اسلام
نمود یہ طریقہ اتراکیت ہے جیسا کہ انہوں نے دارالافتاء اسلامیہ کے نام اپنی یہ نقطہ
زیر لکھی ہے۔ ان خط میں انہوں نے مسلمان کو بین مذہب کے بارے میں سوئسٹن
کے دیئے کو غلط قرار دیا ہے۔

”باقی رہا سوشلزم، سوشلزم خود ایک قسم کا سوشلزم ہے جس

سے مسلمان سوشلزم کے نام سے بہت فائدہ اٹھا رہا ہے۔“

جب اقبال قائد اعظم کو قیام پاکستان کے بے وسار ہونے کی ترغیب دے رہا
تھا تو اس ضمن میں نہیں بسترنگ سے مسلسل خط لکھ رہا تھا تو ۲۱ جون ۱۹۴۷ء کو
اس نے لکھی تھا:

”اسلام کے بے شترکیت جوہریت اس کی سسکی ہوئی ہے

مستقل جمہوری چاروں طرف اور مسلمان کی جمہوریت کی سسکی

سو شرم کے مراد تھی، کو کسی موڑوں شکل میں قبروں کے لئے
 قانون کے مطابق زیر عمل، حقیقت میں اسلحا سے محروم
 نہیں بلکہ سسٹم کے بل پائوں کی طرف لوٹنے کے لئے وہ۔

یہ قبریں اپنی عمر، نگر اور بحیثیت کے عین مدد پر ایک سہلی سوشلسٹ
 نہیں کہ قرب نہیں دیکھ رہا ہے، در کیا یہ خواب سچ محض اس لیے مزدور نہیں قرار دیا جا
 رہا ہے کہ اسے ترقی دہلیہ کرنے کے لیے جو سزا دے کر دے گا وہ نہ تو سسٹم کے خود ساختہ
 فیصلہ رہیں ورنہ قبر کے فضلی ہو اور۔ وہ وہ جس کے خیال میں کل تک اقبال
 سوشلسٹ جمہوریت کا یہ جوتہ درجہ سے سو شرم کا سلی نقشہ کرتے تھے
 آج ہمیں اس لیے بھی خطوط پر جہاد کرنا ہے کہ وہ اپنا حق چھوڑ دے، پاکستان میں
 کے خلاف بیٹے جہاد کر پڑ گئے ہیں کہ کہیں ان کے آئینہ خیال میں مل کی سنگین سے لڑی
 ہوں نہ تو سہلی، یہ قبریں نے چاہا تھا :

آپ بچا کے نہ رکھ سے ترستیند ہے فوج تشیند
 رستہ ہو تو جہاد بڑے تھکا سیند نہیں

ایک بات اور —

قبروں کا یہ سب نہیں، لیکن وہ، اسے دیر نہیں کرتا بلکہ اسے، اور روت
 ہر دہشت گرد سب اور، دہشت گردوں کی جہاد میں یہ نافرمانی کے میدان پر
 ان دونوں سب جہاد با شرم، خود یہ سسٹم کا نافرمان ہیں کرتا ہے۔

یہ کہ اس کتاب اس مقدمہ سے مراد نہیں کی گئی کہ قبروں کو دہشت گرد سوشلسٹ یا کونست
 نام یا جہاد کے حقیقت یہ سب نہ کتاب کا مقصد اور مسنون کاروں میں سے کون
 بھی اسے نہیں بلکہ سب کو اپنے سرور ہو سے پر فخر ہے۔ قبروں نے اپنے شعور کی
 حیثیت سے سو شرم کے خواب میں نہیں ہی تھی، اور اس کے مکانات سے تہ سسٹم کو

گاہ کی تھا۔ جہاں تک موکیت، نوآبادیاتی استعمار، سرمایہ داری اور جاگیر داری کے
 'بتوں کو پاش پاش کرنے کا تعلق ہے' قباں نے سوشلزم کو دس کنول کر سزا دیا تھا۔ لہذا
 مذہب کے بارے میں سوشلسٹوں کے رویے کو نقطہ قرار دیا تھا۔ یوں ہی سوشلزم کے
 مقابل جس طرح کی فرمودہ اور بے ہودہ عیسائیت تھی اس کا بٹ جانا ہی بہت تھا۔ اقبال
 ہر قسم کے منافقانہ مذہب کو فخر وہ سنا، اسی کے نام سے انسانوں کا استحصال کر رہا ہو
 مٹا دینے کا قائل تھا۔ "بار جبریل میں خدا کا فرمان ہے :

حق را بسوزانے، منہماں رہ بنوانے

بہتر ہے چرخِ حرم و دیر بخت بادو

اس دلت مذہب کے زیر سایہ موکیت، نوآبادیاتی استعمار، سرمایہ داری و جاگیر داری
 کے 'بتوں کی عملداری قائم تھی۔ جب روس میں انقلاب برپا ہوا تو وہ اسد کہیں
 چرخ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نظر نہ تھاتا تھا اس نے اپنی پالیزی میں نہایت انسانیت کا
 دلائی تھی۔ قباں اس کو بتا کہ سوشلزم کی نہیں سسٹمز کی کوئی بات سمجھتا ہے۔ یہ کچھ اس
 کا بنی خدا کے حضور میں عرض کرنا ہے کہ دبا میں جو نظام تیرے ما سے رکھتا ہے
 دیکھتے ہوئے ہے میں بھی سمجھتا کہ تو ہے یا کہ نہیں ہے۔ اب مذہب وہ خدا کے
 رو برو تھا، تو یہاں لہنے میں دیر نہیں رہتا۔ اقبال نے اس تخیل کو دلیں میں بھی آھٹا

”کون عوامی نظام دہریت کی سانس پر باقی نہیں رہ سکتا۔ جبر ہی

روس میں سمات فحیک ہو مائیں گے اور اس کے باشندوں کو

عین سے غور کا دت ملے گا وہ اپنے نظام کے بے کوئی

نبت میا دتوش کر نے بر مجبور ہو جائیں گے۔“

(سرفر سسٹم ہسٹری کے مخطوطہ ۳۰۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

یہ مثبت بن دیکھا ہے ۹۔ سے قباں نے لا اور لاس کے حوالے سے بیان

یہ ہے۔ لا سوسلرم کا ہر ایک پڑاؤں شرب ہے جس نے موکیت، ذوق، اور
 دینا اور کھانا تو بیکار ہیں بھی لاکے ذریعے اللہ کا قریب
 سدا جو تقدیر پر پڑا ہوا ہے۔ کامیاب ہے جس نے سب سے جو منہ و تکی
 نعمت کا مال ہے۔ لہذا میں کا دوہرہ ہے۔ اللہ ہے جو تباہی اور بربادی کا دریا
 ہے۔ اللہ کی منزل پر نہاس تا جھوٹے نہوں کی نفی کے بعد یہ وہ ہے۔ تب
 خدا کا قریب رہتا ہے۔ انہوں میں سے یہی جانتا ہے کہ تحمل اس قدر ہے کہ
 کے لیے نہیں اور لا الہ کی ضروری اور بزمیں کو پور جانیوں کو ان کے چہ لا الہ
 کی نشان نہیں تھی۔ چونکہ وہ زندگی کے تغیر پذیر کو مانتا ہے اس لیے ان کے زمانہ میں
 میں لا الہ ان کے لئے شکر ہے استفادے کی اجازت دیتا ہے۔ یہی اس کا یہ صلیح
 کرتی ہمارے یہاں ہیں ہی کے نام پر اس راہ کے بعد وہ کو نہ صرف دکان کا
 جو بہت حد کا ذکر دیا جا رہا ہے۔

انہوں کو یقین نہ کہ سوسلرم نے سے لائی جانب ٹھہری۔ آج ہم نے کچھ ایک
 وہ دکانوں میں کہ ماؤز کے تنگ مکان ہو جائے لیکن وہ ایک بات نظر نہ رہتا ہے۔
 قبل نے ستر پرستار نہیں کر کے یہ کام ال پاکستان کے لئے کیا ہے کہ وہ اب
 سدا مع شہر بھاریں جس میں لا الہ اور لا اللہ۔ نفی و تباہی۔ دونوں
 ارفہ ہوں۔

اس کا سوسلرم ہے۔ صرف اس کے ذریعے ہم موکیت اور باقی ہمارے
 رویدادوں اور جاگیروں کی نعمتوں سے بھرا پائیں گے اور صرف اس طرح
 کہ تدبیر سے پائیں گے جو لا اور لا کے درمیان مذہبوں میں شمس
 مع دونوں کو گئے ہوئے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے سب سے بڑی سرکشت مونس کے شہر سے ہار

ہے کہ صرف دوسرے سہ ماہی ہے یہ لا الہ الا اللہ کی جہد پر عملی تفسیر
 دیتا کریں بلکہ لا اور الا کے درمیان سرگردن موتست معاتروں کے یہ بھی شعلہ
 نہیں ایسا صرف ہی طبع ہو سکتا ہے کہ لا کی نزل ہو کر کے سوشلزم نے جو سہ ماہی
 معاشی آزادیاں حاصل کر لی ہیں ہم ان سے بھی بہرہ ور ہوں اور ساتھ ہی لا کی من
 کے فرق بن کر عظیم اختلاف نڈی اور روحانی قدروں کے۔ میں بھی بن جائیں جو انسان کو
 خدا کا رفیق بناتی ہیں۔ صرف اس تھا پر ہمارے منہ سے یہ دعا بھی سچہ کہ خداوند کریم
 کبہ گزرنے والوں کو الہ کہنے کی توفیق بخشے ! پہلے ہمارے ایمان عمل کی کسوٹی پر پڑ جائے
 پھر اس بیان کے نور سے کوئی در بھی نہیں پاسکے گا۔

یہ بیان نہ تو دہریہ سوشلسٹوں کیوں نہ ہو کیوں نہ ہو کہ بعض لا کہنے سے پور ہو چکا
 ہے ورنہ مودودیہ کی طبع صرف الہ کہنے سے۔ لا سے ریز کر کے مودودیہ کی
 اور اس کے حاشیہ بردار اپنی سستیوں میں مویست، مذہب، بدعتی، ستم، مہم داری
 جاگیر داری کے اسی بُت چھپانے کی کوشش کرتے ہیں جنہیں لا کہنے والوں نے یا شیش
 کر دیا۔

”رحمہ بُت یز جماعت کی تینوں میں

مجھے ہے مشر زان و الہ الا اللہ

مودودی جماعت نے کلمہ شیعہ کی تہیہ کر کے صرف ”لا الہ الا اللہ“ تک محدود کر دیا ہے
 اور لا الہ کا حصہ حذف کر دیا ہے ہر اقباس کے تعلق میں کلمے کو پورا کرنا چاہتے ہیں :
 لا الہ الا اللہ الحمد للہ الا اللہ، الحمد للہ رسول اللہ

چند مضمین پر مشتمل ہفتہ سی کتاب ”کسی دوست کو بجا جائے تو اسے میری
 مسرت“ ڈاکٹر حفیظ بلذیکو، مودودی، پروفیسر عزیز احمد، پروفیسر محمد شون، پروفیسر محمد
 محمد زکریا اور محمد صفدریہ کا مشترکہ رہنما چاہیے۔ ان مضامین کی شاعت کے لیے

مجھے ڈیڑھ فیصد عہدِ حکیم کی کتاب فکرِ قلم کے ناتہ میں — دائرہِ لکھت سب بندہ بوجہ
 عزیزِ مہرِ کتابِ قبال — نئی تشکیل کے ناتہ میں — محبوبِ سب سے زلاہور اور میرا فیصلہ تھا
 کی کتابِ حیاتِ قبال کا جذباتی دور ہے — مکتبہ حیدر آباد —
 سندھ دکرنا ہے — بقیہ تمیزوں میں ہم روزہ نصرت لایا ہو یہ سننا
 بڑے تھے —

محمد حنیف رامی



اقبال اور اشتراکیت

شرکت سے اقبال کی دلچسپی ۱۹۱۹ء کے انقلابِ روس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے نہضتِ باغی میں شرکت با اس کے فلسفی کارل مارکس سے بارے میں شرافت بھری کوئی بات نہیں کی، حالانکہ گراہند میں انہیں اس سے دلچسپی ہوتی تو فلسفہِ جمہوریتیں مذہب کے ساتھ متاثر تھے۔ کارل مارکس کا ذکر بھی سکتا تھا۔ مگر مذہب کے بارے میں انہیں یہ کھراگے بڑھ گئے ہیں :

”بہر حال میرا مذہب کے مشہور ارتدادیہ مذہب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔“

شرکت کا یہ پسندیدہ نمونہ نو شعروں عاقل کے عہد میں (۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۷ء)

نہ ہو۔ اس سے یہ تعبیر دی کہ اشتیاء کا احتیاج و توقع مستقل و درازی

توں کے قریب و بعد کا نتیجہ ہے۔ مذہب کا یہ ہے کہ تمام انسان مادی

ہیں و رنجِ دی و مادی کا تصورِ خائف دیوتاؤں کا کسبتِ ردہ سہتہ جس کا

مقصد یہ ہے رنجِ دی و مادی کو ایک رنجِ وحدت ہی کا منظر بنائیں۔“

اس میں مذہب کی ایک ڈگری، اس سے ری فیکشن، شائستگی ہوئی ہے، جسے

انہوں نے ۱۹۱۹ء میں کھنڈ شریف کیا تھا۔ اس میں بہت سے نفسیوں و رنجِ عروں کے

درجہ میں اپنے اثرات بتائیے گئے ہیں مگر کارل مارکس کا نام تک نہیں ملتا۔ اسی طرح

”اسم خودی“ اور ”موربہ خودی“ میں بعض اسے مقادیر کہتے ہیں شہادت کے لئے
کچھ سناں عمل کئی محنت سگریہاں بھی لڑائی صورت نظر آتی ہے۔

”نظرہ راد“ قبول کی ہیں نظم ہے جس میں رُوس کے نقشب کے تحت ہو جو میں تیرے
سے ختم سے یہ چھانچ ادھر مایہ و منت میں ہے کبسا خوش ہوا ہے کہ خوب میں
ختم کی زبان سے دہانہ اس میں سر ہر داری نقشب پر کسی شدید مدد میں تھکے گئے ہیں و
مارکن، سیکلز و سنان کا سلوب رہا ہے۔

اس کے بعد کسی کے کچھ شعار جو بجا مرقع کے خود میں مورتوں میں بندہ مذکور کے
تعمیل و برہمہ و در نظر کے ذریعے منت سوں کے سقشوں بہت عمدہ تصور کئی
کرت ہیں۔ پھر ”زبور مجتہد“ میں یہ نقشب کے طاب ہوتے ہیں جس میں خود جو
رہ داور سے حل ثابت رہا کے بعد زور جو بنام زبان جہل و زب غلو میں جہاں
استقامت کے بہت سے یہودیوں کو مدد گیا ہے وہیں اس کی غائیوں پر بھی کوئی خاص
قوتی ہے۔ آخری کتاب ”ارتقاء تہذیبی نظم“ میں کی بعض شوریٰ نہایت سے متعلق ہیں
کے مرقع کا ختم حد ہے۔

”تمام“ زبور میں جہاں جہاں شہادت کے بارے میں فقہاء نے بیان کیا ہے،
قبول ہو جائیں ہمہ رادانہ و کہیں ناقہ نہ ہے۔ ہمدردی میں تروہ میں وقت بہت سے
نکل جاتے ہیں بھی تہذیب میں جہاں وقت و طوک حشرات کے ہواؤں کے چھو میں کہیں
کئی درشتت نظر نہیں آتی جو ہمدردی کے بارے میں کہتے ہوئے پیدا ہو جاتی ہے
لیجے کافرق دیکھیے۔ اشتراکیت کے بارے میں سب زیادہ غلطانہ شوریٰ و ہدائے
میں تباہ لیتیں نقدی کی زبان میں :

باقی اس سے تعبیر کے جن میں
قبول و رد و سحر کا دست

صاحب سحر و سحر سحر
زور حق و باطل کو ختم ست

چند روز است

[illegible]

با دور سر ہا یہ دوری کا
 دست دکن کو رہا رہی کا
 ہوں یہ سب کے رقبہ کو اسے
 سے دیکھیں کیوں ہے نہ دور انہیں کس سے
 کس کے نام کی بات ہے نہ

۱۔ ان کے لئے کہ جس سے کسی کے لئے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۲۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۳۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۴۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۵۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۶۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۷۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۸۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۹۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔
 ۱۰۔ ان کے لئے کہ جس سے سبب غصہ نہیں ہوتا۔

طرح نہ کریں کہ عدت میں نہ آئیں اور
 نہ دست آور نہ در کید
 و حرام نہ کہت یوریب کی غصہ انی میں ایک نذر نقیب قد کس ہے آہل
 اس نہ تا بہرہ ناز و تہ من کے حدودہ شریعت میں بہت سے جیسے حرام و حلال
 نہ کہ بہرہ ناز کے عدت میں نہ آئیں۔ چہ کہ میں ایک جب یہ بھی تامل و ہوا ہے کہ
 نہ کہ بہرہ ناز کے عدت میں نہ آئیں۔

شتریت محض دوسرے فلسفہء نظریوں کی طرح ایک نہیں نظریہ نہیں ہے۔ اس کے
 مبلغ میں پرستی و عقائد رکھتے ہیں جس طرح مذہب کے پیروکار اپنے عقائد کو صرف
 سمجھتے ہیں۔ اس عقائد کے ساتھ ساتھ اس طریقے کی تدوین کے مبلغ میں سبب و منافع
 کو رجحان پسند اور حانیوں کو ترقی پسند مانتا ہے۔ اس کے لیے اس میں کوئی کوتاہی نہیں
 قرار دیا جاتا ہے۔ جو یہ دروں و سرہاد دروں کی دور شور سے غفلت کشوں اور
 دوروں کی جہ نپ حمایت اس کا مقصد ہے۔ درحقیقت تمدنیات کو ملایا گیا ہے۔
 کارل مارکس کا خیال تھا کہ محنت اور سرمایے کی کسمپاشی میں سرمایہ رفتہ رفتہ جیتا ہوا
 ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ غرض و طبقات باقی رہ جاتے ہیں انصاف کار و مردوار
 اس مذکر خور کی تعداد میں گرتا رہتا ہے۔ ورنہ برقی بخش اور آخر مذکر بہت بڑی تعداد میں
 غمزدگیات زندگی تک سے محروم رہے۔ اس سے دوسرے کو سبب کچھ سمجھنے کا حق بڑھ جاتا
 ہے۔ اور اس کو تمدنی انصاف کے شعور کے جو سبب دوست بننے میں ایک بہتے ہیں
 مارکس کی رائے ہے :-

”اس سرمایہ دار نے انسان و انسان کے درمیان سوائے فنی مادی
 کے، سوائے زمین و مکان و زرعی کے کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا۔ اس نے
 نیکی کے جوہر و عوام کو، ہجرت و مہجرت کے بذریعہ و درجہ و زکات
 احساس کو خود غنا و حساب کتاب کے بغیر بستہ دین میں غرق کر دیا ہے۔ کہنے
 عزت نفس کو زبردستی میں گم کر دیا ہے۔ نہ مادی و نہ روحی کے ہر سبب پر اسے
 ہوسے جذب و محبت کے قاب کو تار تار کر دیا ہے اور نہیں خالص
 تعلقات میں ڈھال دیا ہے۔“

یہ محض معاشرتی تجزیہ نہیں بلکہ معاشرے کی خود غرضی و منافقت کی زد و راجہ۔
 قیام بھی انسان کے دشمنی و تنویر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ہیں

سند روز و شب نقش کر دہات
سند روز و شب صواب است
تکچہ پر رکھتا ہے یہ مجھ کو پر رکھتا ہے
سند روز و شب سیہ فی ہات
تو ہو اگر کم عیار میں ہوں اگر عیار
موت ہے تیری برت ہے دہات
ہے مگر نقش میں زلف ثبات دو
میں کو یہ ہوتی مٹھنے سے
کے ساتھ ہی ساقی سے کے بہ سند
کی تصویر سامنے جاتی ہے

وہ دروں ہے یہ زندگ
برک شے سے سپرد زمین
بات بت بھی ہے اسبار بھی
غلام کے پسندوں سے بزر بھی
کے بند میں کہتے ہیں

ذہب نظر ہے سون و شب ت
تو پتا ہے ہر ذرہ کس
مختار ہے نہیں ہاں ہاں
کہ ہر خط ہے تازہ سر ہاں ہاں
بہت میں نے دیکھے ہیں لب لب
سقا میں کو منزل سے رخصت ہند
تھک سکتے ہیں نہ ت سے
تڑپتے جگے میں نہ ت سے

یوں حاضر ہے میں محنت نو ت طلب ہیں نہ بات بھی ہے اسبار بھی نہ
"میں نے" کیجیے ہیں بیت اول "تھک سکتے ہیں نہ ت سے" سے نہ رہ
ہو جائے کہ یہ مثل ہاں تھک سکتے ہیں نہ ت سے

کار و کار در دوسرے نہ کہ ہاں ہاں
ورم زور میں کہ میں جگہ میں نہ کہ ہاں ہاں
پر نقش ہیں ہونا جگہ یہ ورنہ ہاں ہاں
تھک سکتے ہیں نہ ت سے ہاں ہاں

یہ رائے دینی ہمیشہ ہاتھ میں لے کر آئے تھے۔ ان کے ہاتھ لگتے رہتے ہیں۔ ان کے ترقی کے
 سے نہ صرف کے پر ہندوؤں کی جہت۔ ان کے ہمسایوں کا برتیاں پہن کر رہے اور مذہب
 کی قوت درمیان سے اٹھ جانے کو ان کے زبان ہاں سے اور بددیانت ہو کر اسے کہیں سے
 کہا ہے۔ طاقت بد خدق بات ہے۔ وہی طاقت کل صورت پر بد خدق بناتی ہے۔
 ”نہ طاقت کا محض کل بدل جانے اور اس میں تباہ ہیں موجود ہیں تو اس کی
 کو کوئی ہیئت نہیں بنی ہو سکتی۔ تو اس درخت ہیئت میں خدق کا وجہ ہے کہ ایک
 سمجھتی ہے کہ پر انسانی خدق کے بعد انسان نہ ایک ہو جائے گا۔ وہ کسی دینی میں رہے
 اس سے اٹھو ہائیں اسے گا۔ اس سے اس کی صورت پر خدق بنا سکتا ہے۔ یہ پروہتوں کی
 دور میں انسان شہسدر۔ یہ درختانی خواہشات سے انسان ہاں ہو جائے گا۔ اس کے
 و طبع ن سہ پائی رہے گا۔ ہاں شہسدر کے نیوں میں اس کا خوب باب میں و انہاں
 کے نزدیک غنی میں ہے۔ ان کا کہتے ہیں۔ طاقت جس کے ہاتھ میں آجائے گی میں خاص
 قسم کی غریبوں میں ہو جاتی ہیں۔

”راہی کی جھوٹو یو شہد
 نما نہ ز شہسدر کے غریب
 ان کے نیوں میں انسان کی شہرت میں ہے کہ وہ ہر سہ خدق کے ہیں۔ ہر
 بے بے نئے مد ترکتا ہے۔“

”راہی شہسدر ہم دیکھ و نہار
 راہی ہاں ہے کہ ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں اور اس کی شہسدر
 ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں
 ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں
 ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں ان کے ہاں خدق کا شہسدر ہو تو میں

تہاں درشت

یہ کہہ کر میں نے اُن کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو چاہے کرے۔
میں نے ان کو اپنی مجلس میں بھی بلا دیا۔ ان کو یہاں سے بھی روانہ کر دیا۔
جو باقی میں تو رہا نہ رہا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے بھی روانہ ہو گئے۔
یہاں سے ان کو بھی روانہ کر دیا۔ ان کو بھی یہاں سے بھی روانہ کر دیا۔
سب سے پہلے ان کو یہاں سے روانہ کر دیا۔ ان کو بھی یہاں سے بھی روانہ کر دیا۔
یہاں سے ان کو بھی روانہ کر دیا۔ ان کو بھی یہاں سے بھی روانہ کر دیا۔
یہاں سے ان کو بھی روانہ کر دیا۔ ان کو بھی یہاں سے بھی روانہ کر دیا۔

زار و کتب و بزر و دیده خوش
 سینه تا بند بر چیده دست
 کرده و در خفا سس کاه
 مشر و درت پادشاه
 پیش روزگار زور حق
 در مقام کلا لب پیداست

[illegible]

اقبال اور روس

اس سے منہ کے تحت مجھے منتظر پانچ باتیں بیان کرنی ہیں۔ اولاً ۱۹۱۷ء
سے پہلی جنگ عظیم کا یہ دور تھا جس میں روس اور شاعر نے عوام کے ساتھ یہ قدم دیا تھا
اور اس جنگ عظیم کے بعد سے ورتا یہ اس کی بدولت اقبال کے مہاشی شعور نے منہ
میں ان کے نظریہ پیدا ہوئی اور انہوں نے ہندو دور کے سچے وقت اور یہ یہ رحمت
کی ویزٹ پلٹ کر وریا دہ صفت کے ساتھ کھڑے۔ سوم، کارل مارکس میں اور شاعر
تو ایک کے بارے میں اقبال نے ایک مفرد نہ از نظر اختیار کیا جو ہمدردی اور اختلاف
کا بے مثل قسرت تھا۔ چہرہ، عام اسد و روس کے جغرافیائی قریب و غلبہ کی بنا پر
تو اس کا ذہن بار بار روس کی طرف جاتا رہا اور مستقبل کے پرچار کے میں انہوں نے اسد کی دنیا
بہت سے اسد کی ہند و روس کے باہمی تعلق کو ملحوظ دماغ نظر رکھا۔ درخیم یہ کہ روس
اور شاعر کے طرف قریب کا نقطہ نظر پاکستان کا نہایت قیمتی ورثہ ہے جس سے فیض
۱۱۔ بقا دہ نہ اچھا نہ ہمارے بہت بڑی محرومی اور غلبہ ہوا۔

اقبال کی شاعری کا یہ ایک طویرہ تھا۔ ۱۹۱۷ء میں تو تھا جب سے خطاب روس
تک ۱۹۱۷ء میں کے درمیانی وقفے میں انہوں نے معاستیات پر باقاعدہ ایک کتاب

کے شہر میں رہا یہ رکنِ قیامی درمغلا کی کوٹا اور سب نقاب کرتیں :

دستِ دفعتِ سنسین کوٹوں میں قیامی

ہاں شرفِ جلیہ دستہ میں شہرِ بھول لڑا

زورِ ہیون بختہ آستہ رقتا جب۔ پ حیدر رہا یہ رسوا ہو گئی بختہ

وہ سادہ خونِ مہمان کو چنک کے سٹیں کر لڑا، لڑیں ہی میر کر لڑا، واپس

نہ سہاویں وطنِ سکون رہا تھا :

سارے بوطے تہ کو دیا رکتا شہر

در تو سے ہے نہ کبھی سے تانِ نبات

رہا یہ درکن سب سے بیاد صورتِ سہاویں سہاویں بختہ

تہا سب سے ہو جاتی ہے توٹ لکھو، رکتا سہاویں سہاویں بختہ

نہاں سہاویں در درکن کوٹیکیز رہا کوٹیکیز کے تھے پھندہ زور کو

سہاویں کوٹیکیز کی خاطر کن پھول در کن تھلا اثر، یہاں ہی سہاویں دور

نہاں سہاویں بختہ رہا :

نہاں، قومیت، کلیا، سلطنت، تہا نبات

نہاں ہی نے خوب چٹ چٹ کر بنائے مشکرات

وہاں ہی طح محنت کٹ بختہ اپنی سادہ دلی کے بختہ سہاویں ہاں شہر

ہو جاتا ہے۔ اب جے کی نیکی بختہ ہے :

کٹ یہاں حسیں دیوتاؤں کے لیے

نہاں ہی میں توٹ گیا فست حیات

نہاں ہی سہاویں سہاویں کے گیا سہاویں دار

نہاں ہی سہاویں کے کھی یہاں دورات

قبائل نے کشتِ طبیعتوں میں وہ عذاب کا بیجا دینے کے بعد کہتے ہیں :

آہستہ آہستہ تازہ پیدا ہونے میں آئے ہو
آسمان، ڈوبے ہوئے تاروں کا آئینہ
توڑ ڈالیں نظرتِ انساں نے زنجیریں غماں

دورِ مٹی بنت سے روتی چشمِ آدم کب تک

شہر کی روں پر قبائل کا یہ پہلا پہاڑ تیرہ وقت تک رہا جس میں انہوں نے عذاب کی
نوزمانت نے پیش سے مد ہونے والے ایک نئے سوچ سے اور اس کی چلت
تاکم ہونے والی مدت و تک سے یہ کیا ہے۔ نظم میں روں پر وہی عذاب
کے الفاظ لکھ دیے ہیں۔ ہوسکتی ہیں کہ اس قدر غم مسہم ہیں کہ روں میں غم
کی بات سے نکال نہیں سکتے۔ شعارِ عذاب روں سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن
ساتھ وکٹ شعر میں انتہائی طریق کار کی یہ دورِ تانہ بنتی ہے :

ہنہان چاروں طرف سے یہ کہتی ہے بہار

زخمِ گل کے واسطے تدبیرِ ہر قسم کب تک؟

اور اس نظم کے ایک شعر میں مزدور و مخاطب کر کے کہتے ہیں :

اُٹھ کر اب بزمِ جہاں کا دور ہی انداز ہے

مشرق و مغرب میں شیکر دور کا غنا ہے

غور کیجئے اس سے زیادہ پرجوش اور دہانہ ستیباں کسی تحریک یا کاری کو وقت کا
ور کیا ہو سکتا ہے۔

مٹی بات ہنس جاتا ہے کہ قبائل نے مزدور، کسان و غنوک کھانسی

کے حق اور حمایت میں اور کسے بد دور، جاگیردار و سامراج کے خوف بہت
کچھ لکھا ہے۔ دن ہے جس نے :

اقصیٰ دنیا کے عشق یوں کو جگا دو
 ہاں اندر کے در و دیوار ہمدرد
 جس کھیت سے دہقان کو شیر نہ ہو روزی
 اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو حساب لا دو
 جیسے نقد بنی اشعار سسٹے یا پڑھے نہ ہوں لیکن اس ضمن میں شاید دوباروں کا
 ذکر میں سے نہ کو نہ ہو۔ یہی بات یہ کہ تیس سے مراد یہ کہ نہ غلامی کے خلاف نہ
 بڑبڑے در بکامہ فریاد کے شعرا ہی نہیں لکھے۔ اس غلامی کے پیچھے جو ذہن و
 فلسفہ کا کر با ہے وہ جس جس طبق سے وہ کا کرتا ہے اس کا بنیاد اتنا غلط
 معلوم اور بچہ بچہ یہ بھی ہے غلامی کو پس چاہیہ کرنا اس دوا الٰہی کو نہ مار گتے
 ہوتے باتیں کہ جب تک نہ محنت و محنت و تجارت کے ہیں ہر خوشہ گندم
 ہوں گے اپنی ضروریات نہ نہ گی تو تیار نہیں رہیں گے۔ اپنے مال سے دیر نہ
 نہیں چھوڑیں گے۔ اپنی نہ پیر نہ غلامی کو نہیں گتے ہیں ہم یہ سب اس
 غلامی در دوست بڑے کچن شکر ہیں یہ سب کہ وہ ب کی سب اس کو کس کے ہاں
 اس کی معاش غرض نہ رہے اس میں اس نے افریقہ اور ایشیا و شرق پر غصے شکر
 اس لیے گڑ گڑ گئے ہیں تاکہ سب ہر غلاموں کا تیار بندہ اس دوا الٰہی میں ہوسا
 فروخت کر سکے اور ان غلاموں کو پیہ و اس میں قیمتوں پر پیہ سے ہم اس لیے غلام
 اور نقد بنے کہ ہماری قیمت پر ہر غلام غلاموں میں ہماری غلامی و ہر ہر
 سے قدرتی طور پر اس غلامی کو شکر اس در دولت غلامی و ہر ہر دولت و غلامی
 کے اس غلامی کو ہر ہر غلامی کو شکر اس غلامی کو شکر اس غلامی کو شکر اس غلامی کو شکر
 لکے سے بعد میں اس غلامی کو ہر ہر غلامی کے ساتھ یہ مشورہ لیتے ہیں کہ اپنا
 کھدہ ہیں کہ اس کے ان کاٹ کو غریب دالوں کا تیار کر دو پر ہر ہر غلامی

کیونکہ اس کا پرستیں صرف پرستیں نہیں وہ اسے نہیں جانتا

بہ نیاز از کار گاہ او گز

در زمستان پرستیں او محمد

ہو شمسہ س از نسیم دوسے گورد

ہر کہ خورد اندر ہمیں سے خانہ مرد

اگرچہ : کون سمجھو اور ذہن کے شے سے تڑپ نہیں پتا کیونکہ جس نے

اس سے شہ سالی اس کے مٹانے سے زندہ نہ تھا

نیا بت کا قبول سے بہت کم نہیں ہے بلکہ میں متعدد بار اسے

اور ہر دفعہ سے زندہ سے۔ شمس کے گور پر اس کی فطرت سے دیکھتے ہیں

میں آفت نامہ سارید روم ذور کے عنوان سے درج ہے۔ اس میں انہوں نے

میں شمس کی حالت نامہ میں ہرگز نہ پیش نہیں کیا۔ یہ سارید روم ذور کے

مفہوم میں مغرب شمس کے غلبہ کے بہت سے آثار کا بیان ہے۔ یہاں تک

میں ہرگز نہیں ایک حصہ کے دوران ایک حصہ میں ہے۔ اس کے ساتھ وہ ایک

در تعداد کے ساتھ مل کر ہیں۔ یہ جس طرح ہرگز نہیں کہتا ہے

اور خود اس بات کی روشنی میں سارید روم ذور میں اس کے ساتھ

نظر در ذریعہ کاری میں ہوں ہے۔ یہ سارید روم ذور سے کہتا ہے : ذور کے

کارخانوں کا شور و غوغا میں اور یہاں ذور کا غلبہ ہے۔ یہاں تک

حاصل در مکان میں : ذور بہشت و بہشت سے ہیں۔ یہاں تک

کی ہوں : یہاں ذور بہشت کے جو کچھ ہیں۔ یہاں تک

در یہاں میں سے اور غلبہ و غلبہ سے۔ یہاں تک

ہوئے دی ہر شے میں ذور زمین سے کہہ کر اس کی طرف سے

ان میں یہ سب کے مسلمان گمراہ میں خوجی کرنے کے خواہشمند ہیں قرین
قرینیت سے ہر کچھ تک سب سے اسے ہوا عامہ پر غرت کریں۔ قرآن حکیم کے ہمارے
یوں ہیں :

لَيْسَ لَكَ مَا ذَا يُفْقُونَ فَلِ الْعَفْوِ ۝ ۲۹

ترجمہ : کیا سے یہ جھٹتے ہیں ۔ وہ جس میں کت خوجی کریں ۔ جبکہ وہ ہمارے ذرا ہوتے
نہر شہادت میں کہاں اعلیٰ کے نعمات اور روس کے تبدیلی کردار میں
ایک خاص قسم کا رابطہ بین کرتے ہیں ۔ انسان کی ہوس نے اس کے مفہوم اور
معائناتی صداقت پر پرے ڈالنے رکھے اور قرآن کے اس معاشی اصول سے دوا
سہ کوئی نام نہ نہ اٹھایا لیکن اب روس نے کچھ اس قسم کے حادثات پیدا کر دیے ہیں جس
سے امید بدھتی ہے کہ اعلیٰ کی نکتہ و مشہدات کو زیادہ دیر تک چھپا دینے کا۔
روس کی اپنی بنیاد سے اعلیٰ کے ہر رفاش ہو کر رہیں گے۔ یہ کچھ اندر کی
نظم کے تین شعاریہ ہیں :

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم
بے سود نہیں روس کی یہ رومی رفت
انسان کی ہوس نے جنہیں رکھتا تھا چھپا کر
کھتے نظر آتے ہیں بتدینج وہ اسرار
جو عرف قتل العنویں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

اب اس نے یہ شائبہ سے متعدد بار استدلال کیا ہے لیکن اس کی توجہ
نہیں کرنا کہ اس دور کے مشہدات کا طاف اعلیٰ روس کے بعد اس قوم
ن کے ۔ اس کے ہر اس کے استدلال کا نہیں تباہ نہیں ۔

بہارِ مسلمان کے قیام کے سلسلہ میں۔ شہر کی گلیوں کے مختلف درویشوں کے
 ہاتھوں میں ایک ایک کتاب اور جس نے اپنی کتابیں دیکھیں، ایک ایک
 کتاب کی بات اور فلسفہ زندگی کے طریقے پیش کیا اور دوسرے بینوں کے
 فلسفے اور دوسری ایک زندہ تھیں۔ انہوں نے ان دونوں کتابوں کے
 میں غیر معمولی دیکھی تھی۔ بہارِ مشرق اور جہشِ دور کی کتابوں میں
 کہنے کے بعد انہوں نے ہاں جواب میں ایک طویل غور و خوض کے بعد
 کہنے لگے۔ یہ تو بہت پر اثر اور باریک بینی سے لکھا گیا ہے۔
 نظموں میں تھا۔ ہوں سب سے سلیس ہے تو فہم کے لئے دوسرے
 نفسوں کی بستی ہوتی تھی۔ اس کے لکھنے کی کتاب ہے اور خوب ہے :

یہاں کیسے سمجھا کر تو سب یاد نہیں ہے

ہر دم متغیر تھے حسرت کے نظریات

جہ سے منہ بیان میں داخل ہوتے دکھ ہوتے :

تجربہ سب سے دیکھتا وہ مہربانیت

میں جس کو سمجھتا تھا گلیاں کے حسرت

بین بستی ہوتی تھی پر ہاں۔ نے وہ یہ طرف کرنے کے بعد :

حق یہ سب رہا ہے زندہ و پندہ تھی :

ورہاہ ایزدی کی کچھ کہنے کی زبان چاہتا ہے :

اک دن گرگھڑ کو جانتے ہو تو پوچھیں

سب حالت کے ساتھ اس کی زبان پر دیکھو اور جس نے اسے پوچھا

نہاں و درویش کی بات ہے کہ ان کی کتاب سے بڑی بڑی بات

اس کے جس نہایت سے انہیں یہ ہمارے حلقہ تھا یہی تھی مگر وہ سب کہ محبوب کی
 مہر و شمع بیکار ہو گئی تھی اس لیے ان کے وقت میں ہمارے قافلے کی
 جگہ ہوا تو پہلے طر کے بند نہ تھا۔ سب سے بہت مانگنے کے بعد میں نے وہ سب
 وہ کون سا سب سے بہت محبوب

وہ سب سے بہت محبوب کہ بہت زبردست
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

مہر و شمع کی روشنی میں
 مہر و شمع کی روشنی میں

چکے تھے۔ یعنی 'قلب' و 'مومن' دماغ کا فرستہ۔ ایک جگہ اسے پیغمبر حق کا سانس
 سمجھتے ہیں۔ ایک اور جگہ پر اس کی شہادت کو قیامت سے پہلے کی بات سمجھتے ہیں۔
 طبیعت پر پیغمبر و مبین اور عین و درویش

اقبال نے مارکس کی شخصیت و طرز سبب علی و کوریس سے بہت متاثر ہو کر دیکھا ہے۔
 رُپ صرف اپنی چار ماہی جملوں و ترجموں پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ انہوں
 کے دل میں مارکس کے جہ بریب وقت و جذبہ تھے۔ اس سے متدفق و رُپ کی
 عظمت کا احساس۔ وہ حق ناست اس جہت سے کہ اس نے پیغمبر حق کی طرف
 حق تعالیٰ نے جہل کو بھیجا ضروری یہ مناسب نہیں ہے۔ اس کا دماغ کافی
 مگر دل مومن۔ اگر تہ سے پیغمبر نہ بھی مانتے تھے اس کی بات سے بہت سمجھتے تھے
 درجہ رکھتی تھے کیسی فنکارانہ۔ یہ باندہ رت در پر مومن رہے ہوتے تھے۔

میں گے بڑھنے سے پہلے میں ایک بڑھتا ہوا ذریعہ مادی تھا مومن
 سے مارکس کی شخصیت اور نامانے پر قبیل کے نقطہ نظر سے بڑی روشنی پڑتی
 ہے۔ ہمیں اپنی عجیب سواری کے ایک ہنگامہ کی حد تک رہا ہے۔ وہ
 اپنی فکری تہذیب میں یورپ کے سامنے درجوں کوئی حد تک رہی ہوئی تھی۔
 فوجیت پر مبنی کا انداز رہتا ہے و بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں جو کچھ جانتا ہوں
 فکری میرے لئے ہے۔ یہ ہمیشہ اس کی دل میں ہاں دیتے ہوئے یہ خیال قائم
 کرتا ہے کہ جب تک مادی و مادی سامان کے مسمومین و فکری میں درجہ کلک کی باتوں میں
 مشغول ہیں ہمیں عقل کوئی شوق نہیں۔ فریاد جیسے ہیں اور ہمیشہ اس سے حد
 کرتا ہے۔ اسے جو بڑی خیالات کی رہتی ہوں اس سے نظر دہے۔ اس پر یہ پیشہ
 اسے جتنی دلتا ہے کہ مغرب میں اس کی تہذیب کا رُپ اس کے دل میں خط سے
 کوئی بات نہیں۔ اس کے دل میں اس کا دور ناما ہے

تو نے یہ ایک نیا مغرب کا جمہوری نظریہ

پتہ روشن کیا۔ یہ نیا تیسرا سے ایک

بہن تیسرا تیرا اقل پریشان ہے۔ وہ مغرب کے سادات اور ان کی لائق
جمہوریت دونوں کے مٹنے سے کہہ کر سے ایک جمہوری کی شہرت نے مضطرب
کہ ہے۔ یہ جمہوری کاروں و کس ہے جس کی تعمیر پر اس نے دلوں نے زربستی
کا تر رڈ ہے۔ وریہ واقعہ میں نظریہ کے لیے سخت خطوں کا موجب ہو سکتا ہے۔
ان پر جو تھمتہ ہے جہاں سے کہتا ہے کہ مسوئیت جوشہ میں تو نہیں قبول ہو رہی ہے اس کی
جمہوریت میں مضطرب با مایوس ہوئے لوگوں و جوشیں جب یہ بحث و مباحثوں میں
ہے تو ایک اور نتیجہ اس میں کوئی تا ہے کہ قہر کے نتیجے سے تھکنے لگے
میں تو جہاں سے ان فستے ان حرف مذہب کرتا ہے۔ غرض میں نے جو کچھ جا
ن سے ہو میں سے کہتا ہوں کہ جو کہ ان میں غلطی ہو رہی ہے وہ ان میں سے
ہے۔ اپنی فضا پر تھریں میں اس بات کا افسوس کرتا ہے کہ وہ ان کے لئے
سے اچھا ہے۔ تو ان بات سے نہیں سدا۔ آہیں غمگین ہے :

مردان غمگین سے ہو پار

ما فتنہ فتنہ کس زنی۔ مرد زنا۔ مرد غریب

نظر ہاں نظر بیان کا نہ اور نہ کہ اب تجو میں ان کا دور خود جس کو کہ
تو نے نظریہ ملک کی طرف سے سب سے سدا کے بعد وہ جس کیفیت سے خود کو کہ
دو سہ میں اس کے قبائل نے تیسرے سے وہ پتھروں میں کہ غمگین
میں کیا ہے وہ ان قبائل میں کہ ان کی بدلتا ہو رہی ہے۔ اور اس کے
سے جب یہ کہتا ہے کہ جمہوریت کے کوئی حصہ نہیں ہو کہ اس کے اندر موجب
یہی قوت کے ساتھ وہ فساد ہے تو اس کے قرب میں قیہ مہیہ کہ ہے :

تارنا سے قوم ہا ہے کہ اس نے اس خزانہ میں بند کرنا تو تھی سے رٹنے کے قیام
 بنیاد و نظام کہہ کر دور بہ دور کر دیا ہے۔ اس پر یہ کہ وہ صنف اول کی قوم کہ
 بہت سے ضرب کلیمہ میں پڑے ہیں

یہ وحی و ہریت و دوسرے ہوتی ہیں کہ توڑ ڈال کہہ پھول کے شہادت
 اس کے بعد نہایت ہمدرد نہ ہوئے ہیں اس بات کی رزوں سے کہ بہ ملک
 نہایت کا خدمت گزار ورنہ خود ملک لاسے کلا کی طرف نہ رہا ہے۔
 جاوید، مذہب اس موعود پر نہ بادہ تحصیل کے کھنڈ ہوتی ہے یہاں قبائل نے
 ملت و وسیع کو براہ راست انھوں نے زبانی، لکھا گیا ہے۔

حاصل کیا یہ کہ ان قبائل کوڑوں کی تین و تین پسند ہیں کہ اس کے
 ثبوت کا خاتمہ کر کے اس کے برعکس دی ہوئی انسانیت کو کر دیا ہے۔
 نام کی سرمایہ داری کا رزوں ہائی کی تین ہے، اور اس کے خلاف کی ہدایت سے
 مذہبی سامراج پر لز و طاری ہے۔ ورنہ یہ کے رزوں کے خلاف رتبہ و نسل کا
 کوئی قیام نہیں جس کو بھگت کار و فنگ نے نہایت نہ ٹھٹھٹے کر دیا ہے۔ یہ
 سب باتیں ثبوت سے ہیں، سرمایہ داری سے غلبہ و رزوں کا ورنہ
 نسل سے باہر تری، سلسلہ اور تہ امتیاز کی تہ کی خصوصیات ہیں۔ ہندوؤں کی باتیں
 پر رزوں کی تعریف کرتا، اس کے کارناموں کی دہائی اور انھیں غلبہ میں ہے
 دینی کامیابیوں سے تعبیر کرتا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ یہ تو ہے

سے رزوں سے مختلف بھی ہے۔ اس کے ہیں فرائض تہذیب سے غلبہ و نسل
 چار بھائی مستحق ہیں: رزوں کی ہے سرمایہ داری، او۔ اس کی سامراج
 اور سنگھار۔ سرم، نسلی تعصبات و پرہیزگاروں کی سرمایہ داری کی سرمایہ داری
 جس کے نمبریں سرمایہ و خدق و مذہب سے غلبہ و نسل کے ہیں

نے یہ خیال تھا کہ روس میں روسیوں کے علاوہ کسی اور قوم کے ہونے کو انکار کیا جاتا ہے۔ وہ روسیوں کو
منورہ دیتا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک نیا جہان بنا دے۔ اور روسیوں کو دینی جہاد پر آمادہ
کوشش کرنے کے لیے تیار کرے۔ اگر یہ سوچا جائے تو روس کے نظم و انتظام اور
مذہب میں روسیوں اور روسیوں کے مابین ایک ہی مشترک ہے۔ مزید آگے یہ سوچا جاتا
ہے کہ روسیوں کی زندگی کا کاروبار بھی روسیوں کی طرف زیادہ توجہ اور زیادہ توجہ
کے ساتھ بڑھ سکے۔ ان نظموں کے حوالے سے بات کی ہو جائے گی۔ یہاں میں فقیر
ان کے ایک تاریخی خاکے کے ذریعہ ان کے خیال کو بیان کرتا ہوں۔ یہ خاکہ انہوں نے سترہویں صدی
سے پہلی صدی میں اس کے ایک سرفراز میں زندگی گزارنے کے بعد لکھا تھا۔ انہیں
ایک ہیئت کی کتاب کا موضوع تھا کہ اس کے دل میں ایک سوچ رہی تھی کہ وہ دنیا کی
تمام چیزیں جس طرح تیار کی گئی ہیں اور ان کی صورت پیدا کر سکیں۔ اس آرم موضوع
پر غور کرتے ہوئے پہلے تو انہیں نے یہ سوچا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں
تھا۔ یہ سوچ کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی

میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی
میں پڑ گیا کہ وہ دنیا کی تمام چیزیں تیار کر سکیں۔ اور پھر ایک غلط فہمی

قباں در سر شرم

ہماری مادی کوریوں، ذہنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی اور بات ہے۔ ورنہ قباں
کی بنیاد سے دیمہ ہائے تو اس کے اندر رُوس بھی ہے اور رُوس سے ملادہ
وہ سب کچھ ہے جس کی پیس اور ضرورت نسل انسانی قیامت تک محسوس رہے گی۔
قباں کے اندر نے تقریباً پکستوں کی بنیاد دی نہیں ڈی
اس کی حکمت و بنیاد میں تعمیر پاکستان کی بنیادیں بھی موجود ہیں۔
اقباں کا نقطہ نظر سدا کے ہائے میں، رُوس کے ہائے میں
کے بارے میں ہمارا بہترین ذہنی ورثہ ہے۔ اگر ہم اس سے
فہمیں در نامہ نہ اٹھایا تو ہمیں سے نزدیک یہ ہماری بہت بڑی غرضی
ہوگی۔ ایک خطرناک غلطی اور گمراہی بھی۔

اپریل ۱۹۶۱ء



اقبال اور اشتراکیت

جسے جدید مغربی تہذیب و تمدن کہتے ہیں اس کا رشتہ ازمنہ متوسطہ کے قیام پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد سے زمانہ رفتہ رفتہ طلبِ تہذیب کے عہد و سبب نجات حاصل کرنے کی جدوجہد جاری رہی۔ معاشی زندگی میں تہذیبوں نے ترقی کی رفتار کو تیز اور پر دھڑکنے والے بنائے۔ ترقی کو ترقی دی۔ تہذیبوں صدی میں جسے مائٹن منٹ یا دورِ تنویر کہتے ہیں مذہب، فلسفہ، سیاست و معیشت کے تمام شعبوں میں ترقی حاصل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ گروٹیس، وائٹ، روسو، ہیوم و دیگر مفکرین کی کوششوں نے تہذیب و تمدن کے بنیادی عقائد کو مضبوطی سے مضبوط بنایا۔

پہلے ممالک میں اور اس کے بعد پورے دنیا میں جدید تہذیب و تمدن میں عروج نے تہذیب و تمدن اور سب سے زیادہ اوروں اور بیوروکریٹوں کے عہد و حکومت و عدالت کے بارے میں بہت کچھ مسودات حاصل کرے۔ اس زمانے میں طبی علوم نے ترقی و ترقی کی درجنوں پر ان کے امداد سے وسیع کاریزدگی کو ترقی و ترقی

مغربی میں عاصی کے دوں میں یہ قوی مہمید ہوئی کہ ب شہنشاہ مطلق خدائی نہ رہ سکتی۔ یہ جد دستور کی حکومت ہوئی۔ تجارت و صنعت پرست کا وہیں بہت جوش تھا۔ مملکت کو کلیہ سے بے معنی کرنے کے وجہ سے مذہبی عقیدہ بوجہ نہ رہا۔ اس رتی کے دستور کچھ عرصہ تک جاری رہنے کی بدولت من مادی ہو گئے۔ اور زندگی کی نعمتیں وافر اور عام ہو کر غریبوں کے گلہ خزان کو بھی بہت رتی میں بدل دیں گی۔ یہی یہ ٹھہنا خواب نہ مندہ تبیین نہ ہو۔

جائیدادوں کے بعد تاجروں کا دور دورہ آیا۔ ورتاجروں کے بعد قوی دولت کا رخانہ دروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مرکوز ہونے لگا۔ وہ کاستہ کار جموں نے حایہ دروں اور بڑے بڑے زمینداروں کے بیچ میں سے جوتانی بنتی وہ زمینوں کو چھوڑ کر کارخانوں میں مزدور بن کر روز افزوں ہوتے جاتی ہوئے گئے۔ ایک قسم کی عدلی سے رہائی حاصل کر کے دوسری قسم کی عدلی میں مبتلا ہوئے۔ جو بعض جتوں سے پہلی غلامی سے بدتر اور انسانیت کش ثابت ہوئی۔ منشی نقشبند، تہذیب انگلستان میں ہوئی۔ کارخانہ دروں کی بے دردی اور ممانہ زور و جوش نے مزدوروں کے ساتھ جو برتاؤ دیا اس کو پڑت کر بدن پر دو گئے کھڑے ہو جیسے جبر و زنجیروں سے سوز گئے ایک مسلسل کام کیا جاتا تھا۔ ان کے رہائش گاہ کوئی تنظیم نہ تھی۔ دھڑا دھڑا بیمار ہوتے اور بے علاج مرتے جاتے تھے۔ کارخانہ دروں کو اس کی چھ پروا نہ تھی۔ بیماروں کو مالکان کارخانہ پریشاست کر دیتے تھے اور مرنے والوں کی جڈ لپٹے لئے اور مزاروں میں جاتے تھے۔

انگلستان کے بعد فرانس و جرمنی و یورپ کے دیگر ملک میں بھی جدید صنعتوں کی کارخانہ داری آتی گئی اور دبا ب بھی وہی صورت حال پیدا ہوئی جو انگلستان میں تھی۔ خدا کے لیے تباہی کا باعث ہوئی تھی۔ انسان دوست مسیحین نے اس کج ف

جہاں در شکر کیمت

دوستوں سے احتجاج کیا، لیکن نظارہ فروشوں میں ملوثی کے آثار کسی نے نہ دیکھے۔ جو کچھ شہر
میں کچھ کچھ کمبوزوں کی تحریکیں شروع ہوئیں، لیکن تمام ملک کے حکومتیں ان میں حصہ لینے
والوں کو مستعد اور باعنی قرار دے کر ان کی سرکولی میں اشتباہ رہیں۔ یہ سب شہریوں
نے اپنی صورت کو نہ کریں لیکن بہت جلد اسے فنا کر دیا۔

[illegible]

محنت کشوں کو متہم جو بے غاوت کرنی چاہیے تاکہ وہ تہاں جہاندوں اور پانڈوں
پر قیامت ہو جائیں۔

اثنہ اکیٹ آغاز میں ایک اقتصادی یا معاشی نظریہ و تصور حقیق کے لیے ایک
لائسنس عمل تھا۔ لیکن گارس، رکن اس کے رفیق کارنگل، اور بعض دیگر ان لوگوں کی
تعمیر مضبوط کرنے کے لیے حیات و کائنات کی ایک ہمہ گیر نظریاتی اساس قائم کر دی جس نے
تہہ کیوں کے نزدیک پہلے تو ادیبوں اور فلسفوں کو متوجہ کر کے اس کی جگہ سے۔
اس نظریہ حیات سے دین و اخلاق کے تعلق یہ عقیدہ پیش کیا کہ تمام تعلیمیں
ورقہوں کا قیام طبقاتی تفوق کا رہا ہے منت تھا۔ ورنہ دینی حیرت کا زیادہ منصف یہ تھا
رستہ سال با بچہ ہر ہیاتی ہر سا کرتا جو اس پر رشتہ کرے کہ وہ حوشی سے
اس کو قبول کریں۔ مضمون سے کچھ شک و حید نہ رہیں کیونکہ یہ دنیا چند روزہ اور اس
کی قیمت ناپائید رہی۔ آخرت میں ابدی جنت اور اس کی ستر میں سب نجات جو اس کے
لیے وقف ہیں جنہیں اس دنیا کے دوس میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ خدا کی صبر و استقامت
توکل و تسلیم و رضا کو اعلیٰ خدائی و رزق و اقدار قرار دے کر سادہ دین و اہل
کے لیے حفاظت کا سامان پیدا کر دیا۔

اثنہ اکیٹ نے تاریخ عالم پر نظر ڈال کر اس کا ثبوت پیش کیا کہ مذہبی پیشوا
اکثر و بیشتر حکومتوں کے کارساز رہے ہیں۔ مذہبی استبداد نے ہمیشہ سیاسی و مذہبی نظم
کی معاونت کی ہے۔ روس میں زاریت، ورنہ کیت کا زبردست تعاون تھا۔ ورنہ
مملکت میں بھی مذہبی پیشواؤں نے مداخلتی لڑتے کشوٹ کے خلاف بھی دانا جہدیں
کی۔ بعض قدیم اور جدید مذاہب فلسفہ ہی عوام کو انسانی و مساواتی حقوق عطا کرنے
کے خلاف تھے۔ جمہوریہ افلاطون میں عوام کو، مورسنت میں حلقہ بیٹے کی اجازت
نہیں۔ مشرق میں بھی حکمت عملی کا یہی تقاضا بن گیا تھا کہ زور مملکت حویس خدائی نہ

مذہب رومن غریب کئی کے سوا اور کچھ نہ تھے۔

تشرائیت کے سر اٹھانے سے قبل ہی مغرب کے سامنے دونوں ورہیل فکر کے ایک ذہن عقائد کے بہت کچھ ذوق پارینین چکے تھے۔ ان کے ساتھ ہی دہشت طاری ہوئی تھی۔ تشرائیت بھی میلانات کی پیداوار ہے۔ اشتہاریت نے ان کو اور تشرائیت کو جوڑ دیا اور غور و فکر کی مجلس میں اور شدت پیدا کر دی۔ تشرائیت نے سلی روئے قدیم عقائد، قدیم معاشات، قدیم سیاست، قدیم معاشرت سب کچھ نئے ایک وقت بغاوت کا علم بلند کیا۔ ان نے کچھ کہہ کر بھی اصلاحات کی نہیں ہی راہ دیوں کی تک پہنچا ہے۔ ایک ہرگز انتقاد کے سوچا رہ نہیں جو حیات جمالی کے تمام قدیم رسوم کا قلعہ لے کر وے۔

علامہ انبال جب تک یورپ میں تھے تو مینسٹرول و سوسائٹوں کے رویہ جا بجا ملاحظہ کرتے۔ لیکن ان کو کہیں تقدیر صبر نہ تھا۔ ان کیوں کو پہل زبردست کامیابیوں میں موزی۔ یہی جنگ غلیو میں روس کا اندرونی معاشی و سیاسی شیرازہ کچھ تو کو مینسٹرول کے ایک رویہ نے لینن کی قیادت میں حکومت پر قبضہ کر کے اپنے پروردگار کے درمیان وٹا لیا۔ یورپ کی سرمایہ دار نہ مروتوں نے ان کو اپنے بہت کوششوں کا یہاں نہ ہونے۔

روس کا مذہب ارتدوڈکس کا پانچوں حصہ ہے۔ اس کو سین خطے ہیں، جہاں نہ مسلمانوں کا تعداد کم ہے اور نہ فطرت کے قانون قدرت کی کمی ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں اسے غلبہ ہونے لگے۔ کوئی دارہ پائی پہلی حالت میں نہ نہ رہا۔ گوتیک سیرسیت اس دور پر نظر کو اس نے تجویز کا جائزہ دینا چاہا اور دنیا میں اسے سوچنے و رہنے کا یہی ہے کہ وہ اس تقدیر غلیو کا ورہا ہے۔ اس کے متعلق مرقی یا مرقی حیات کا انہماک اسے نفس کیت کے اندر روسیوں کو توجہ

مجھے حامیوں نے اس کو خطہٴ عظیم سمجھ لیا کیونکہ اس کی کامیابی سے ان کا منہ بڑھتا ہو
نظر آتا تھا۔

اقبال نے جب مذہب و تہذیب کے تمام مسائل کو اپنی موضوع بحث بنایا تو یہ نہ تھا کہ اشتراکیت کے نظری و عملی پیروں پر غور کر کے اپنے شارح لکری سے متوجہ نہ ہو کر سب سے پہلے "پام مشرق" میں اس کے متعلق رشتہ زنی شراعت کی بحث سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ قبل طبعاً انقلاب پسند تھا اس سے یہ ضرور تھا کہ اس انقلاب پسند کو اپنی طرف پرکھ کر اس کے تعمیری و تخریبی پہلو اور اس کی یحسانی و سلبی قوتوں کا موازنہ اور مقابلہ کرے۔

پیارے مشرق میں اس موضوعات تین نظمیں ہیں پہلی نظم کا عنوان ہے "یورہ میں
حکیم فرانسون" کسٹل کوٹ وہ و مزدور (فرانسیسی زبان میں فرانسیسی کا لفظ کوٹسٹل
اقبال نے انگریزی لفظ کے مطابق اس کو کوٹ لکھا ہے) موت، جرم، سیورٹ،
جربرٹ سپنر، اور ڈروان وغیرہ کا معنی ہے۔ اس کے لفظ کوپز میز میں یہ عبارت
کہتے ہیں۔

اگر ایک فلسفے کا باب یہ ہے کہ انسان شکر و مسرت اور ہمدرد طبیعات سے
گروہ قدرت محسوس کی حالت آیا ہے اور یہ اس کی ترقی کی آفتابوں میں ہے۔ اس
کو ذمہ دار قدرت سے اس لیے اب دیوتاؤں اور ایک خدا اور ملک کو تھوڑا کر
نسبیت و دین بنانا چاہتے۔ انہا میں جو عظیم نشان انسان کے ہیں ان کی پرستش
کے دن معجزہ دیکھتے ہیں۔ جب بچوں نے ایک ہیڈ راجہ بنی تھی تھی تو میں
سارے گاؤں میں اس کے نشان کی یادگار بن گئی تھی۔ تو ان نشانوں کا ایک شکر و حمد و
نعمت کا ایک ماحول بن گیا۔ جس سے ہر طرح کے انسان بن رہے تھے۔ ایک
مخلوق و طبیعت سے اس طرح کی طبیعت سے کارروائی میں اس کی مدد رہے۔ بعض

قلب و رستگاری

لوگ کارند ہیں اور بعض کارفرما۔ کوئی دماغ سے کام لیتا ہے اور کوئی ہتھ پاؤں
پر زنت مالدوری کرتا ہے۔ یہ تو تہذیب و تمدن کے معاملہ نہ ڈھ پٹے کو درست
قرار دیتی ہے لیکن قلب کے نزدیک یہ محنت کشوں کو دھوکہ شینے والی بات ہے۔
کونٹ نقدی سعدی کا نمبر بڑا ہو رہا ہے :

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
ہم نخل را شاخ و برگ ویراند

حرکت کے نزدیک یہ نوع انسان کس عزم کی نڈ کی آزمائش نہیں۔ بدتر فطرت
کی یہ ، رہے جو ہمارے آدھیں ہو جو دہے۔ فطرت نے فطرت کا ریس دماغ
سوچنے کے ہے ، یا فور کوچنے کے یہ بنایا ہے۔ فطرتیں بات فطرت ہے
وہ بھی نہ ہی سن۔ یہ فطرت حمد و شکر کا باعث نہیں ہونا چاہیے :

دماغ ز خود راست ز فطرت است

گریز میں است ز فطرت است

یہ کار و فریجے کا رست : خبیث ز محمود کار ایز

نہ بسینی کہ ز فطرت کار زیت

سراپا ہمیں ہی شود فی زیت

میں کے جواب میں مالدوری تھا ہے کہ فطرت کیوں حکمت کے پردے میں
بہیں دھو دھو کر دیکھتا ہے فطرت کی ہے اس لیے کہ کو ہزار بنایا ہے۔
یہ ہمارے کارفرما اور سرمایہ اندازہ اس لیے کہ کوئی حکمت مالدور نہیں۔ یہ تو
باز میں۔ آپ اس شخص پر فہم ہے کہ آپ نے عروں کی حریت کو حکمت کا باکس
بنا دیا ہے۔ یہ نہیں تھا کہ اس کے مشور ہو حکمت پر دلوں نے سمجھ دیا جس کا
۔ وہ تہذیب و رستگاری کی موت ہو رہی ہے :

تو اور سوشلزم

ذہنی حکمت مرا حکیم کہ فتول شکستیں ہر قدر
میں حسرت رزور مذکورہ مرا خوش تیرے سرود
تو لیکن کہ یہ تعلق کرنا کہ بہائی لٹاکر پرویز ورن کی مجھ کے یہ جوئے شیر
اور اسے اپنی فطرت کی ذہنیہ جہات سمجھ رہا تھا کہ حکمت و رسالت سب سے بہتر اور
حکیم کو نت سے شاک ہے کہ :

کند بھسرا آستین کب
زخاں ابرو دقت مر جوئے شہ
حق کو لیکن دہی اسے لکھ سنج
بہ پرویز پرکار و نہ بردہ رنج
یہ سہاویہ رہنیں مفت خوری اور خوب خوش کے سونری کا نہیں یہ تو
زمین کا بوجھ ہیں اور چاہیں :

بدوش زمین بار سرور
مندر زشت زخوہ و خواب کار
جہاں دست بہ وزنی دوست مزد
ندانی کہ میں پیش کار دست دزد
مہ حکیم ہونے کے باوجود کہ اسے ایسا دھوکا کھنا ہے کہ بن بھروسے
نے غدر تراس رہے ہو :

بچے جبرم و پوزش اور دہ
بائیں عقل و دستوں خورد
”پہلے مشرق میں کونٹ اور ہزار کے مکات کے بہرہ منیت حد میں
تشریت روسیہ مویرلین اور سونوی مویت کے آٹانی نامے قیہ و دہ

[illegible]

قیہ ویر میں بکے جو ب میں کہا ہے کہ عثمان و سلفانی اور سہ ماہی و رکی
 بہادر و غیر یہ تو یکسانی چہ نہ ہے۔ تو میں سے کہیں نصرت ہی نہ مانہ ہوئی
 ہے تو ماحول و معبودوں کی تلاش میں رہتی ہے۔ جس طرح جھنڈی سم
 تہہ سپہ وک انداموں کی جستجو میں ہوتے ہیں۔ سی طرح بعض بندہ کی تلاش میں
 شمس میں یا دیوتاؤں میں معبودوں کو اٹھوڑتے ہیں۔ یہ دوسرے نصرت
 و سہارے دیئے گئے ہیں کہ ہوتے ہیں تو بے دیوتا ترشیتہ ہی تو کہتے
 ہو کہ اب تہہ و سلفانی جہوڑ کے نصرت میں گئی ہے۔ دیکھنا ہی دیکھ
 جدید انداز کا نذرانہ دیدہ و پیدہ کر رہی گئے۔ ورنہ نصرت چہ سوخت ہو جائے گی۔
 جب تک جھنڈی نصرت کے سینوں میں ہوں۔ ورنہ خداوند تہہ و موجود ہے اور خدا
 تو جو خدا کے تفاوت کو نہیں ٹھہر سکتا۔ قربانیاں نہ رہی تو مزاروں میں سے
 اپنی زحمت پسند و پیر کرنے والے ہوئے تو جھنڈی گئے۔ ان سے ملتی جلتی بات
 باتیں نہ ہیں کہ انھیں نصرت کے نتیجے کے طور پر باپ و روضہ کا تو خداوند
 بنائے گا لیکن ان کی جگہ پر ویر و مہر و پیر و شہر سے ہیں گئے۔ بات و میں

کی وہیں رہت گئی۔

موسیٰ و لینن

سبے گزشت کہ آدم وریں رہائے کہیں
 مثال دہنہ تر سنگ آسپا بود است
 قریب زاری و فتنوں قیہ کی خورد است
 سیر صفت و م کلپا بود است
 غلام رستہ دیدنی کہ بردرید آہنہ
 قیص خواجہ کہ رنگیں زخون و بود است
 شراب آتش جہد رکمنہ سماں سوخت
 رہائے یہ کلپا قہانے سنگستان سوخت

فتیہ و نسیم

گفت و عشود و نماز بہت ل چیت
 طوف اندر سرشت برہمن است
 دما دم نو حنہ و دند تراشد
 کہ بیزار از حنہ بان بچہ بہت
 ز جور رہنہاں کو گوئے رہنہ
 متاع خویش ز خود رہنہ بہت
 کہ تاج کن جہنم بود شد
 ہر ہنہ نامہ با در بچہ بہت

ہوس ندر دل آدم نہ میسر
 ہوں آتش میں مرزغن بہت
 عروس تقدار سحر من را
 ہوں پیچاک زلف پرشکل بہت
 نماند نماز شیریں بے سیر
 اگر خنجر و نیش کو بہن بہت
 پیہ مشن کے آغوش دو در نظیں سی موضوع کی پیشین کے ندر
 یہ دیکھ کر و کر و کر و کر کی بے لکی کا نقشہ کھینچا ہے۔ بہت
 مراد و دوڑ پڑتوں کے جو تعداد کچھ ہیں وہ اسے نورس کے
 میں تعریف کرنے ہیں :

ز صحن خشت تا بہ لب با ازان من
 وز باہ تا بہ راج شریا ازان تو
 دو بچہ یوں کے مٹھو باپ کی جہد دگاترہ قطع کار با شکیں مٹا تھا۔
 اس کو دو مٹی حقبوں میں تھیں مٹھو رہا تھا۔ اب بھائی نکار و پیاک تھا دوتا
 ضعیف ہند۔ نکار نے کہا کہ میں تو شادی ہوں و رستہ و نشت کی ہو
 نہیں بکھتا صحن خند سے لے کر کھٹے کی چھت تک جو حصہ ہے وہ مجھے ہے
 دو در مکان سے اوپر اب باہ و شریا تک جو حصہ ہے فضا ہے وہ
 میں کس شہر سے برآمد رغبت تھا کہ تونے کرتا ہوں۔
 مدم تہوں فرستیں کہ مٹھو میرا یہ دے غیب منستی مذکور کے ساتھ
 کچھ میں ہی تھیں کہ سب سے دود و سبب زائد خورد میٹ
 ہے میں مٹھو کو یہ دھو دیا ہے کہ جو کچھ تھا اسے یہ چھوڑ سب وہ

اس متاعِ ناپائیدار سے افضل ہے۔ کارخانوں کا غونا، وراں کے انتظام،
اور فکرِ نفع و قصاص کی درودہ کی تیرے لیے رہنے دو، اس کے مقابلے میں
تسکینِ دین اور رعنائیِ کلیسا کا روح پرور منہ شرف اندوزی کے لیے تمہارے
جن باغوں پر سلطنت نے ٹھکسہ لگا رکھا ہے، ان کی قیمت ایک مُصیبت ہے
اس بد کو میرے لیے چھوڑ دو، دروغت کے باغِ بہشت پر کوئی مٹھوں نہیں
وہ غریبوں کی سہیلی جیسا ہے، اسے میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ بتول سدا
در دلش ہی رہی تھی فریادِ دل بہت

کس نسیب پر بہشت در پیش کہ حشرِ زہیں باغ بدو
یہ ستولیش و غنیمتِ رختی تو یا سگر بند پیشِ زان بنو
دُنیا کی شریں خمار اور ہوتی ہیں۔ جنت میں آدم و حوا کو جو شرابِ طہور ملتی
تھی اس کی مدت و رسم در سے کیا کہتے، دُنیا کی یہ خمار دانِ شراب میرے
لیے رہنے دو ورنہ میں بہتہ شراب کے یہ تھوڑا اقتدار کر لوں۔ عہدِ منع معلوم
ہو تو بھیج دو کہ اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ مٹھیاں اور قیر بدی مجھے کھانے
دو ورنہ میں پرندوں کی تاک میں لگے رہو جو اس دُنیا میں لٹھ نہیں آتے یہاں
بیک شاعر کے سالی نامے کا مطلع یاد آیا ہے :

امروز سائیت مجھے حشرِ شراب ہے

شراب نہ ہے رنجِ ہمسہ کے باب ہے

یہ دُنیا کے دوس میرے لیے چھوڑ دو باقی ۲۰ ششِ محلِ باب جو کچھ ہے
وہ میرا ہاں ہے۔ اس سارے غنیمت کا مستحکم آمدِ شراب است کہ یہ طور
سجہ نہ بہب محبوں کے لیے لیون ہے اور مسجودِ مست اور کلیسا کی
لیون کے ڈھیر کے ہیں :

قسمت نامہ سرمایہ دار مزدور

غور نامے کار نہ آہنگری زمین کلاب آغون کلیب زان تو
 نکلے کہ شہ رخ چیر وں نہ زمین باغ بہشت و سدرہ ہونہان تو
 قن پیر و دسہ آزارین من صہائے بک آدم و خواران تو
 مرغابی و تندر و کبوتر آزارین من فلح ہما و شپہ صفت ان تو

میں خاک و سبز در شکر آزارین من
 و زخاں تا پشیمانی معدن ان تو

اس کے ساتھ ایک اور منظر غارت مزدور ہے جو ان کے محنت کشوں
 کے لیے بے انتقام ہے۔ کھدائی مزدور کہتا ہے کہ ہماری محنت کے ثمار
 سے ناکرد دکا سرمایہ دار ریشمیں تپا پیتے ہیں۔ ان کے بعل و کبوتر
 ہمارے خون کے قطرے ویرانے پر گرنے کے آستو ہیں۔ کلیب بھی ایک جوتاک
 جو ہمارا خون چوس کر موتی ہو رہی ہے۔ یہ سب سب کو باؤ سے منہ موڑتے ہیں
 میں زمین سے ہیں کچھ ہی مل نہیں۔ یہ تپا باؤ ہمارے گریہ سحر
 و خون بیکر پیداوار ہے۔ آؤں تاروں کے ساروں میں ایک شیشہ
 شرب اندیل دین۔ توں تپتی تپتی میں ہمارے خون تلک سے ماہ دل پیدا
 کرنے والوں سے انتقام میں۔ باد دشمنوں کے طواف میں اپنے آپ کو بوند
 سوخت کرنا خستہ کریں وراپنی خودی سے آگاہ ہو کر خود دہی و آہ زہی
 کی زندگی بہ کریں۔

مزدور بندہ کرپاں پرش و محنت کش

نصیب خرچہ ناکردہ کار رخت عریہ

ز خون نشانی من بعل فاقم واد
 ز اشک کودک من گوہر ستارم
 ز خون من جو ز دست بھی کلیا را
 بدور ہندوستان دست سسنت ہمہ گیر
 خربہ رشک گلستاں ز گریہ محرم
 شہب لالہ و گل ز طراوت جہرم
 بیا کہ تازہ نوری ترود از رُب سنا
 مئے شیشہ کہ از دہبہ سنا
 من و دیو معن را نظر تازہ دیم
 ناکہ میکدہ باب فہن بر اندیم
 ز ہندوان چمن انتقام لہ کشیم
 بہ بزر غنچہ و گل طسرت ویر اندیم
 بطریق شمع جو پروانہ زیستن تاکہ
 ز خوشیشیں یں ہمہ بیگانہ زیستن تاکہ
 اقبال کی ایک رباعی مضمون بھی اسی مقطع کے مضموں کے مماثل ہے۔
 پنی زندگی کو دوسروں کے سقتار ناجائز میں وقت گردنہا سلطہ حیات ہے۔
 گل گفت کہ عیش و بہار سے خوشتر
 یک صبح چمن ز روز کا سے خوشتر
 زان پیش کہ کسی تر بہ دستار زند
 مردن بہت شاخ سے خوشتر
 شتریت کی تعمیر کا ایک بڑا مجموعہ دستار ملکیت زمین ہے۔

اتہاں درشت کیت

میں ہر قوم کے سوشلسٹ بھی کمیونسٹوں کے جو خیال ہیں کہ سرمایہ داری و زمین کشتوں سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی یہ بدترین مٹھورت ہے جس کے جواز کا زمین کے انصاف کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ اتہاں جسے سوشلسٹ کہنا چاہیے، ہر قوم کی سوشلزم و کمیونزم سے اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ زمین خدا کی پہلو کی ہوئی ہے اور اس کی حیثیت ہو، درپانی کی سی ہے جس کی کوئی خاص ملکیت نہیں۔ ہر درست ہے کہ زمین انسان کی محنت کے بغیر زیادہ رزق پیدا نہیں کرتی بلکہ انسان کے انصاف محض فوٹوش سے فائدہ اسی کو حاصل ہونا چاہیے جس سے اس کو زیادہ بیماری کی ورنسٹن ملے۔ زمین کا عین خدا کا ملک اس کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ سچہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے کسی سے اس میں سے ایک پتہ بکھاب ہو رہا ہے۔ ملکیت زمین کے بارے میں اسلام فقہاء کے درمیان بیست و تین دفعہ اختلاف رہا ہے۔

فوتن کوئی تعلیم اس بارے میں کچھ نہ سیکھ سکتی ہے جس کی تعلیم ہے اپنے فقہاء و مؤرخین کے متعلق مسلمان مسیحی اور عیسائی مختلف کرتے ہیں۔ اس بات سے اس کو ترجیح دینا بھی بات کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ شخص اپنے منصب کی حیثیت سے یہ کہتا ہے کہ جو اس کے مختلف معلوم ہوتی ہیں ان کا یہ سببیت ہے کہ سب پر ایک قانون ہے۔ زمین کے متعلق قانون زمین جو شمس پر فوٹوش کے لیے ہے۔ "اللہ فضلہ" زمین خدا کی ہے۔ جو شخص زمین میں شخص ملکیت و درست نہیں سمجھتا تھا اس کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے معاملے میں فوٹوش ملکیت جائز نہیں۔ اس کا مخالف یہ کہتا ہے کہ اس ملکیت سے اس کو زیادہ فوٹوش حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ فوٹوش تو بار بار کہتا ہے: "لہ ما فی السموات و ما فی الارض" زمین و آسمان میں جو

کچھ ہے وہ سہا ہی کا ہے۔ انسان نے سب چیز کو پیدا نہیں کیا۔ اس لیے وہ کسی چیز کا مالک نہیں کہہ سکتا۔ لیکن سب کچھ خدا کا ہونے کے باوجود خدا ہی کا ہے۔
 میں نے اس کے ذاتی معیت و تسلیم کی ہے۔ ورنہ کیا ایک کتہہ ان کتابوں کو
 پکڑنے کے ہے۔ یہ کہیں انسان آگاہ سمجھنے سے نہیں کہہ سکتا
 کہ جس چیز کے متعلق کسی انسان نے کچھ محنت نہیں کی اس چیز میں اس کا کوئی
 حق نہیں ہو سکتا

میں نے تنہا بادشاہوں کے عظیم یہ جبر و مکر اور ناجائز استغناء سے بڑھ کر
 وسیع تعلقات پر تو میں ہو گیا ہے اور اس کی کاشت کے متعلق سب خود کچھ
 کرتا۔ دوسروں کی محنت سے پیدا کردہ برزق اور دولت میں سے حصہ طلب
 کرتا ہے۔ اس کا منہ بہنا بائز ہے۔ اس کتاب میں ان بحث کا فیصلہ نہ ہوا ہے
 اس خط موشوع سے باہر ہے۔ یہاں فقط یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ خدا، مہربان
 زمین کے سطح میں قوی معیت کے قائل ہیں۔ کاشتکار سے ملے گا نہ نہ وہ
 تو جو غور برپا اور کچھ حصہ طلب رہتا ہے۔ لیکن اس ناز و کار مالک کا اس پر کوئی
 حق نہیں۔ اسے اس خیال کو قیاس ہے بڑے زور شور سے کہی جلد بیان کیا ہے،
 خیر کچھ الارض للہ یاں جبریل کی ایک قسم کا قانون ہی ہے :

الارض للہ

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریل میں کون اور
 کون دریاؤں کی موجوں سے ٹھہرتا ہے
 کون یا کھینچ کر کھیت سے بادوباد لگاتا
 نکالتا ہے اس کی ہے ہاں اس کا ہے یہ درخت

بقا اور استراکیت

بس نے جد و جہد میں موتیوں سے خوشگند کی جیب
 مومنوں کو کس نے سکھائی ہے نئے نئے نمبر
 وہ خدا کا یہ زمین تیری نہیں تیری نہیں
 تیرے آباء کی نہیں تیری بیٹا میری نہیں

بقا کی ایک دوسری نظم فرسٹنڈوں سے زمان خدا جیسی سچائی
 در دور چیز ہے کہ اس کے جذبے کو برادر رہتے ہوئے اگر وہی زبان میں
 اس کا کوئی ترجمہ ہو سکتا اور اذیت کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ سے من بادی
 شریعت کا ترنہ دینے پر آمادہ ہو جاتا سو اس کے کہ محمد سین کو اس میں نہیں
 نقد تاکہ اس میں خدا پر پند ہے دشمنوں کو لئے رہا ہے اور اس کے نزدیک
 و کوئی خدا کا ہے ورنہ دشمنوں کا وہ استاکہ کجا اس کے سامنے
 عمر زمان دوست تقدیر کو پیش تو ہوتی ہے کہ اس میں
 شریعت کی ایک بات کہ یہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ
 کہ اس میں بھروسے سے اس کے لئے رکھے ہوئے اس کے کوئی حریف
 اس کے دل پر اس پر پند ہے کہ وہ اس کے لئے اس کے
 خدا پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

خدا پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 خدا پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 خدا پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 خدا پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 خدا پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

ہر مایہ و رمی کا خالق کی اور بہت چھپا کیا۔ کیونکہ ان طریقوں سے مل کر ان لوگوں کا جو
 حیوانوں سے بھی نیچے گرا رہا تھا پس روٹی پکڑے اور رہائش کی سود کی انسان
 کا مستفود حیات نہیں۔ انسانی ارتقاء کے مدد سے راج لاٹھاری ہیں۔ اشتراکیت نے
 کچھ کام اچھڑی کیا اور کچھ تخریبی۔ اس کا ایک پہلو یہی ہے اور دوسرا یہ کہ
 اس نے جن ادروں کا قلعہ لٹا دیا وہ جن عقائد کو بطل آ رہا وہ انسان کی روحانی
 ترقی کے راستے میں بھی سد رہ گئے۔ لیکن اشتراکیت چونکہ مغرب کی مادی جدوجہد کی
 پیداوار تھی اور طبیعی سائنس کے اس نظریہ سے پیدا ہوئی تھی کہ مادی عظمت
 کے علاوہ کچھ اور کوئی حقیقت نہیں اس لیے وہ اس کے مخالفوں کے ساتھ
 ہو گئی اور مادی زندگی میں مادی حقیقت کو اسی دے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ لیکن
 اس قدر انتساب کا مادیت کے فلسفہ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔

ان کے عقیدہ تھا کہ یہ تمام انتساب مادی کے ساتھ دیکھنا ہی نہیں ہے۔
 بلکہ یہ مادی ہی بشمول مادی کے عین مطابق ہے۔ فرقہ سے کہے کہ فرقہ اور
 روح انسان کے متعلق جو بھی تھا وہ ان کے اشتراکیت میں شامل رہا ہے
 جو میں خود اس میں جاتی ہے۔ قبول کرنے کے لئے جو اس میں ہے وہ تو
 اس کے چلنے پر مبنی ہے لیکن اس میں مادی کے ساتھ اس کے خالق کے ساتھ
 اس حد تک اس کے انکار اور انکار ہے جو میں اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 ان زبان سے بھی ہو رہا ہے اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 دیکھ رہا ہے وہ تو اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 لیکن ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ

گرماؤ غنڈاموں کا ہوا سوزِ یقیں سے
 کجنگ سردمایہ کو شاہیں سے لڑا دو
 سلطانِ جسم پور کا آتا ہے زمانہ
 جو نقشِ بکین تم کو نظر سے مٹا دو
 جس کھیت سے دہشتاں کو میسر نہیں دہی
 اس کھیت کے ہر خوشہ کندہ کو بد دو
 کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
 پیرانِ کلیہ کو کلیا سے اٹھلا دو
 حق را بسجودے صمنہاں را بطورے
 بہتر ہے چراغِ حیر و دیر لچا دو
 میں ناخوش و بیز رہوں مہ کی سلوں سے
 میرے مٹی کا حیر اور بنا دو
 تہذیبِ نوحی کا رگ شیشہ راں ہے
 د ب جنوں شاعرِ مطلق کو سکی دو
 قباں نے مسکندہ لیں بوجی نرکت بن خد کے ساتے رختِ پیاب
 عاقبت میں دھن و بد مومن وہ سرسبز بونہ کے ساتھ تونہ
 بتوں مات و مل قیمت کے معنی نکاتِ تہذیب بن خد کے
 ہونے کے معنی تجارت سے سنہاں ہونا ہے ہر کوئی ہر وقت
 آئی سہتہ

وہ شہرتِ حسنہ زبرد ہوا
 زینتِ حشر کے کہ نہ لایا ہوا

قول دراستہ

پس قیمت شوقِ موت رہا ہیں

دیدن ہر چیز را شوقِ موت میں

میں نے خدا کے سامنے اپنے کلمہ کے سبب بیان کر کے مغفرت
لی ہے اور خدا نے اس نے پیدا کیا اس کا جو زبانی میں ہے
میں ہمیشہ یہ ہے کہ اس نے خدا و ائمہ کے سوا کسی کو کچھ بھی کہا ہے جو اس نے
اس سے تو عفو بہت رہا ہے مگر اس نے نہیں۔ کہاں بھی میں جانتا تھا کہ کوئی اس کو
ان پر اس فساد شوقی اور بے باکی کا تذکرہ کرے گا۔

میں نے جیسے کہا ہے ہاں خدا نے اسے استبداد سے قہر بنا دیا تھا
میں نے کہا یہ کہ قہر کے نزدیک قہر اور رہا ہے انسان کے سے ایک
میں تو مگر شہادت اس سے کہ اس کی طرف قہر نہ بڑھا کی یہ کہ مستقبل
قہر یا امید میں ہو جائے گا لیکن قہر استبدادوں کا قہر بہت کچھ
شہادت ہی کے کیا۔

قہر کو قہر سے کہ توحید و روحِ نبوت سے محروم ہونے کی وجہ سے
یہ ساری چیزیں اور اس کی وجہ سے اس میں ایک نئے استبداد کا
ظہور پیدا ہوا ہے جس میں اس کی روح کے اندر وہ جو
ہو نہیں سکتا ہے قہر میں عشق رہتا ہے۔ وہ دیا ہے اس کی حوصلہ انسان کو مسلسل یہ
نہیں کہ اس میں قہر رہتا ہے۔ مگر اس کی تعمیل ہے یہ پہلے شکست و کینہ
نہ اس کی ہمت ہے قہر میں قہر ہے اور وہ اس کی ہمتوں طرف لوکی

ہر ایک کے کہنے کا ہر ایک

میں اس کے قہر میں

جس قہر کا قہر اس میں ہے اس سے قہر کا قہر

وقت ملا میہ میں بھی نہ چھٹتا تھا سب سے پہلے اس کا نوک سد ہونا چاہیے نہ کہ
 کا ڈنارہ کے بعد آسانی سے اس کی طرف توجہ دے سکے۔ بعد ازاں اس
 تمام انقلاب کی فکر ہو۔ شہر آیت بھی تک جو اور خوف سے حسد میں حاصل نہیں
 کر سکی۔ خاص طور پر نیت جو خصوص اور عفت اس میں پیدا کرتی ہے وہ
 اس شخص کی معاشرت میں بھی نظر نہیں آتی۔ کارہوں یا غم و غم و غم سے
 نہایت رہتے ہیں۔ نظر کی زد کی نیچہ ہے۔ ایک نئے جہ و علم کے قیام
 کی بدولت اس سے شہر ایک کے بڑے بڑے حصہ زمان میں غم و غم
 میں پختہ رہتے ہوئے ہیں۔

قبل انقلاب مغرب تہذیب عرب مذہبی قوانین کے تحت تہذیب بھی
 بہت عفت سے ترقی و زوال کی طرف سے ترقی و ترقی کے تحت اس کی سبب تھا
 نے مغربی تہذیب کی کہیں کوئی تعجب نہ ہے کہ اس میں بھی یہی حالت
 طاعت کے پہلوؤں میں ہیں۔ لیکن نہایت کہ درمیان میں تا بہرہ نیت پس
 نہ جہ و غم و غم ہوتا ہے۔ جو میں مذہب و معیشت کے متعلق اس کے
 نئے علم کی تلاش کے لئے ہے۔ عام مذہبی مذہب کے ساتھ اس کے ساتھ
 تہذیب میں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 سد میں اس سے باسد اس کی ہو سکتی ہے۔

میان میں سے کہتا ہے کہ مغرب کی تہذیب اس کی بنا پر مذہب و مذہب
 سمجھتے تھے۔ لیکن فتنہ غم و غم کے تحت اس میں نہ ہو سکتی تھی۔ اور اس کے
 ذہن کی وجہ سے اس کے مغرب میں اس کی تہذیب کے ساتھ اس کے
 پرستار کے لئے نہیں دیکھتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 ہے۔ جو نے شہر میں دیکھ کر وہ عین ذہن و وجہ سے سفید و سفید

قہار و اشتراکیت

یوہا کر رہے ہیں۔ اور مغرب کو دیکھ کر آؤ فقط زر و مال کوئی نہیں صاحبانِ بخت ہے۔
 یہ نام تو کٹر لوگوں کی زبان پر تھا یہیں وہ شخص خود بخود سنیں۔ اقدار کوئی دیر یا گاری
 کا پردہ تھا۔ پہلے زمانوں میں بخت پر دوسروں کو اتنی کچھ ایمان ہو گا کہ پھر ہی بخت کیلئے
 غصہ و شاک و مہمنازی تھے۔ اب تو بھولوں کی عمر میں گرجوں کے مقابلے میں کہیں نیا دور
 نہیں دیکھیں دیکھتی ہیں یوہا میں غلامی کی روکھنی تو بچا چھوڑنے والی تھی
 میں روتوں کے اندر اندھیر ہی اندھیر تھا۔ اس غلامت میں چشمہ جیوں کہیں
 نہیں تھا۔ مصائب کی تعمیر دیتے تھے۔ لیکن غلامت بوقت بویا زراعت یا سستی
 سب میں غلامیوں کا ہو جیتے ہیں کی تدبیر تھی۔

فائلِ مدینت کے قتل و کشتار میں بیکاری و غلامی و غلامی ہی تھی۔
 مشینوں کی حکومت کے تمام حالات و تمام افراد کو سیتے ہیں بویا زراعت
 و بویا زراعت۔ میں نے اسے کہا ہے کہ کسی قدر نقیبہ لڑیں ہر کر
 یوہا میں لیکن دنیا کے زیادہ حصہ میں بددعا کے وقت بھی بہت تلخ
 ہیں۔ یہی دنیا و زمین کی حالت ہے۔ تو دنیا ہی ہے ورنہ یہی کس
 سے یہ بستی کی کھنسی و غلامی کے سن میں یوں دیر کر۔ ہوتے ہوئے کا ہے کا
 نہ رہتے۔

تاریخ نقیبہ و زمین و کس کی بہت سی اصلاحات ہوئے اشتراکیت
 سے کہنے کے باوجود ورنہ بویا زراعت ہو کر بھی قہار و غلامی کوں
 سے سے وہ رہا ہے۔ اس نقیبہ کے جدِ بڑا ہے۔ ان کے ان دور
 کی سے شہادت کی مدت کہ وہ نہ تھے کہ یہ تعمیرِ تخریب ہو کر رہا ہے کی۔
 اشتراکیت سے قبل کی مغربی تہذیب کی لیے رات سے پیار و رزق و داد
 ہوئی ورنہ انہماک و روادیت سے آگے نہ بڑھ سکی ورنہ کس نے دنیا کی

کی تسمیہ کو غایت حیات بنایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مادی سبب کی خیریت سے
حرص و وسوس کو تیز کر کے ہر گت کے سامان پیدا کر دیے۔ اس معاش میں شرارت
بھی اگر اس ڈر پر پہنچی تو اس کا اصلاح بھی فساد میں تبدیل ہو جائے گی ورنہ
اسی صورت پیدا ہوگی جو ہمارے سامنے ہے۔

ظہر نفاذ فی الکس و البحر۔ ندب کایم میں والا کے
عزیز سے تین شعاعیں مضمون کے طے میں :

نفاذ سے لڑیں کہ تانہ شخ و برگ و بریہ
سفر خاکی شہستان سے نہ رکست اگر دانہ
نہا و زندگی میں بستہ لا اہمیت
پس یہ موت ہے جب رہ ہو رہ سے پیمانہ
وہ موت روح جس کی لڑ سے کے بڑھ نہیں سکتی
یقین جاؤ ہوا لہ میرا اس موت کا پیسہ :

اقبال نے کئی جگہ اس مضمون کو مختلف بیرونیوں میں ڈھریا ہے کہ :

کلا کے دریا میں نہاں موتی ہے آریہ
نصرت تو ا کے تصوف غالب باب بھی یہی ہے کہ شہر کے ذریعے
کی حاصل ہوتی ہے۔ زندگی نو و نہانی ہوتی و حیوانی و انسان اور خرد سے
بڑھ کر انسان روحانی بن چاہے کہیں بھی فی نفسہ فی مقصود نہیں۔ زندگی اس
صورت میں ہو وہ اپنی بقا چاہتی ہے لیکن جب وہ ارتقا کا راستہ پس
کہ پہلی صورت کے فنا سے دوسری صورت پیدا ہو گئی ہے۔ انسان زندگی
جب جب مدد ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ معتد و مدبروں کو مدد
میں چاہتی ہے، اسے تیز سے ڈر لگتا ہے۔ مذہب و دین شریعت کے ذریعہ رستہ

اقبال اور شریعت

شکر اور قدیم در سے جا مد نو کر بے رنج ہو جاتے ہیں۔ فکر اور جذبات میں کوئی جدت نہیں رہتی۔ زمانہ جب اسود و طبعوں سے بیزار ہو جاتا ہے تو مشیت الہیہ پر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ اقبال رُوس، شریعت کے اس پہلو کا مدح ہے کہ ان نے مال و وسعت اور کلیسا کے متعلق قدر و عقائد کے خلاف تہنات و جہاد کیا اور یہ اقدار انسانیت کو زاد کرنے اور اس کی روحانی ترقی کا معیار پیدا کرنے کے لیے لازم تھا۔ جب تک یہ کار نہ ہو چکے گے روحانیت کی طرف توجہ نہ دیا جاتا ہے۔ رُوس نے مایہ داری کا فائدہ کر دیا اور مال کے متعلق اس نظر پر عمل کیا کہ جائزہ و رت سے نہ بدل کسی ذریعہ ملکیت نہیں رہ سکتا۔ اس سے ملت کا مصلحت پر محنت ہونا چاہیے۔

اقبال کہتا ہے کہ ماں کے متعلق یہ تعلیم عین شہزادی تعلیم ہے۔ مال کو چند درجہ کے ہاتھوں میں رُوس نہ کرتی ہے۔ اس کا ایمان دو ماں خوں کی طرح جھومت کے ہر گز درستہ میں پھینکا جاسکتا ہے۔ لوگوں نے جب رُوس کرم سے دریافت کیا کہ اس نے خود کو کون سا پانی پیئے وہ کہنے لگا کہ ایتنا کہ تیرے دل پر چھوٹے جو تیرے دل نے و غلطیوں پر قلب العزائم میں کھدو کہ اس کی جائزہ و رت سے جو کچھ رہ جائے وہ غنیمت مندوں کے سپرد کر دیں کریں۔

جس طرح نید پانی میں بہاؤ آنے کی شہ ہے وہ اس میں نہ ہر یہ جو شہید ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انسان خود غرضی سے روکی ہوئی دولت بھی صاحب مال کے بنے مسکرم ہو جاتی ہے۔ ان کے اس صدقہ ندر یہ کو عرف رُوس نے پہنچا دیا۔ ان کے ساتھ نہایت مروت و نڈا میں نہیں کیا ہے کہ چھ ماں خود مت دیں اور خدمت خلق میں صرف ہو وہ خدمت شہ ہے۔ ان کی غصہ کوئی بُری چیز نہیں۔ ان طرح کسکی کے پہلے سے بہاؤ ان کی ایک خاص مقدار کی ضرورت ہوتی

قبول اور سوشلزم

سچے سچے سوشلسٹ حیات کسی قدر سب زبردستی سے روں ہو سکتا ہے۔
 لیکن پڑ گشتی کے پیچھے پیچھے رہنا چاہیے اگر وہ ترقی کے نذر گشتی کے تو اس کو
 سوشلسٹ کی بجائے غرق کر دیتا ہے :

مال را اگر بہر دین باشی حمل
 معسہ مال "صالح" گشتا ر سول
 سب در گشتی بلا گشتی است
 زیر گشتی بہر گشتی است

عدم قبول دھارتے ہیں کہ اس لئے قرآن و احادیث کے معنی ایک
 معنی میں ہیں کہ سب سے پہلے میں یہ تک یہ ہیں سب سے پہلے۔ غرض کہ
 میں نے سب سے پہلے سے جو تعارض ہیں ان کا موازنہ ہی ہے :

اشتراکیت

قوموں کی روشنی سے جیسے ہوا ہے یہ
 سب سے پہلے نہیں رہا ہے یہ رہی رہت
 مذہب "نور" شوقی انکار پہ نہیں
 "نور" سودہ طریقوں سے نہ ہو بزار
 "نور" کی ہر س نے جیسے رکھا ہے یہ
 گھٹتے نظر آتے ہیں ہر س کے نور
 "نور" میں تو غمخیزان سب سے
 یہ کر سہ تجھ کو سب سے
 جو عرفی طور میں پوشیدہ ہے ہر س
 میں دور میں شاہد و ثابت ہو نور

کچھ منہ نہ کھینچو نہ کھینچو وہ دہریہ آدمی سے باہر ورتاؤں کس وری ڈکاؤں نہیں قال
کے لیے عالمہ معاشی نظام مقصود آخر میں نہیں بد انسان کے لائق ہی روحانی ارتقاء
کے راستے میں ایک منزل ہے۔

ایک شخص نے زمانہ محسوس میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے مقاصد میں سے
ایک بڑے مقصد یہ بتایا کہ میں کلیبی کی عیسائیت کا قلع قمع کرنے کے لیے مبعوث ہوں۔
ان کی تمام جہاد پادریوں سے منظرہ کرنے تک محدود رہی اور حبیب کا کوئی
کمانہ نہ لگا۔ بس نبوت سے تو کلیبی کی عیسائیت کا کچھ نہ بچا۔ لیکن اقبال کتنا
سار دھیمہ تھا کہ ان کی زبان کیسی ہے کہ ان کی دہریت سے کسر جھلکا کا
لیا یہ ہے۔ ہر گز کسی مومن سے نبو اور نہ کسی مشنری سے وہ کام کا فائدہ نہ کا۔
ٹھیکہ کا استب دسب سے زیادہ دیک میں تھا جو کرتہ رخص کے پانچویں تھے کو
گھیرے ہوئے ہے۔ وہیں پر مکمل ٹپٹ کچن سمجھوں سنک ہے۔ مگر یہی منسلک ہے
کام نہ کر سکے :

روشنی تھکے ہیں کی ہے عجیب غریب
خبر نہیں کہ غمیز جہاں میں ہے یہ بات
ہوئے ہیں سر پہلب کے واسطے ہنر
وہی کہ غنیمت چھپے کو جانتے تھے نجات
پر وہی دہریت دوس پر ہٹوئی ناز
کہ توڑا دس غلبہ ہنس کے رت و رات

تب ان کے نزدیک اشد کیت میں حق و باطل کی تمیز نہیں ہے۔ اس میں تو
دکشی و رنڈ کا پہلو ہے وہ حق کے عنصر کی وہ ہے کہ وہ دہریت میں رنڈ
کا وہ نہایتیں ہیں کہ ان میں رنڈ کے جو کسٹیں ہیں وہ وہ ہیں

اقبال درشت کیت

کے ہیں جسے جسے نے فرمایا کہ انسان کی زندگی نقطہ روتی سے نہیں سے
 روتی غنائی بھی ضرورت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان روتی کے مادہ جسم
 بھی رقتنا ہے اور نفس بدن کا رابطہ کچھ اس قسم کا ہے کہ پیٹ میں روتی نہ روتی سنان
 نہ حقوق نہ ادراک ہے اور نہ حقوق لباد۔ سی یہ مسئلہ نے مدستس و روتی
 کی علامتیں دیکھیں وہ بھی جو دین زار دیا۔ طمانی بھی یعنی روتی میں مدستس روتی روتی
 مانٹ ہیں۔ سعدی نے فرمایا ہے کہ بھوکا حضور قلب سے غارت بھی نہیں پڑتا۔

شب چو عتہ نماز بر بندم
 چہ خورد با مداد منہ زندم

خداوند روزی بھی مشتغل

پر اگندہ روزی پر گندہ دل

میں نے فرمایا کہ زندگی کی بنیادی چیزوں کی تمنا ہی انسان کو غم کے قریب
 لے آتی ہے یہ فتنہ غمناکی ہے جس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ فقر خیر روتی روتی
 حیرت ہے جس پر روتی نے فرمایا ہے درجو علی درجے کی روحانی زندگی کے لیے لازمی
 ہے۔ شہادت باذیبت شکر گنج رحمہ مدیہ نے کیا خوب کہا کہ ماحول پر پوری نظر
 مشہور ہیں میں درحقیقت جتھے ہیں۔ مریہوں نے پوچھا کہ پھانسی کون سا ہے
 بابا اب روتی اور یہ بیت ہمدان کن۔ میں نے کہا کہ روتی کے جانے سے روتی
 پناہ میں نہ رہتی لیکن میں پریمی خداوند کے ساتھ میں کہ روتی میں نہ روتی
 پناہ میں نہ روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی
 پناہ میں نہ روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی
 کہ جو روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی روتی

کبر و مشرب

کہ مادی ضروریات کے پورے کرنے سے زندگی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تاہم جدوجہد کو کسی میں صرف کرنا کہ بہتر روٹی اور پیڑا ملے اور رہائش کے لیے ایک مکان مل جائے انسانی زندگی کی یہ غایت نہیں ہو سکتی۔ کتر چیزوں کو یہ چیزیں انسان سے بہتر پیشتر ہیں۔ چنے کی بات یہ ہے کہ ان انسان کی بنیادی خصوصیات اور مقصود و حیات یا ہے؟

تیموں کے لیے نفلت نے زروے حیات جو سامان و ذرائع مہیا کر دیے ہیں اگر انسان بسند عقل و سمجھوں سے وہی کچھ پیدا کرے تو اس کو چوں لوں پر کیا تفوق ہے ؟ مادی ضروریات کے حصول اور سامان حیات جہاں کی مساوید نصیب سے خاص انسانی زندگی تو کوئی غایت بڑی نہیں ہوتی۔ یہ سب مسودت دلوں میں تو دنی خوت اور رعبت کا جذبہ پیدا نہیں کر سکتی۔ رزق کی فراوانی اور ر کی قلت کم کو مقصود حیات بنایا اور نفس انسان کے لائق ہی ممکنات کو امکان سے وجود میں لانے کی کوشش کرنا بہت بڑا گھما ہے۔ زروے حیات ایساں اور علی حاد کے بغیر انسان کی زندگی دولت کی فراوانی کے باوجود خستہ ہی خستہ رہے۔ زروے حیات کا جوہ عالم علیہ و سامان و مکان سے ماورائی ہے۔ انسان و جنس مقصود و سامان

نہیں۔ بلکہ خدا سے بڑا مالک بیت و در رکاب استغنیٰ ہے۔
 عباد و پناہ میں شریعت کے اندر جو حق دریا میں ہے، دوزخ کو و نعمات
 بہشت کی گاہ ہے۔ کس کے قلب میں مومنوں و عابدین سے کہ حق خدا کے
 ساتھ تصاف ہونا چاہیے، یہی بات و حکایت ہے یا بیت و رسل و خود سے
 آشنا ہونے کی راہ سے اس کا شکر کا نام ہے :

صاحب سرمایه از تنه سبیل
یعنی شش پنبه به بی جبرئیل
ز نو چرخ بر بخت و استعداست
قلب و دود من در شش با زلفت

اقبال اور اس کی اہمیت

غم بیرون گم کرده اند اعدا
 در شکر جویند جان پاک را
 رنگ و بو از تن نیکو در جهان پاک
 خیزد به تن کار سے نہ روا شتران
 این آن پینیب حق ناشناس
 بر مساحت شکم و داس
 تا خوت و تمام نده در دست
 بخت و دور دل نه در تب و کمال دست

[illegible]

کی بدلت مسلمان اپنی معاہدہ دنیا سے کوئی چھ سات صدیوں تک پیش پیش رہے۔
زندگی کا قانون یہ ہے کہ اذاد یا اقوام کی زندگی ایک حدت پر قائم نہیں رہ سکتی۔
مسلل تغیر پذیر ہے، آئین حیات ہے، اس لیے ہر لمحہ میں انسان یا گے بڑھ رہا ہے
یا تھپے ہٹ رہا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس انسان کے دودن ایک جیسے ہوں یعنی
س نے ترقی کا کوئی قدم نہ اٹھایا، ہو وہ شخص نہایت گھائے میں ہے۔ کمون
استو یہ مادہ فہم مخبون اس اصول کے مطابق مسلمان صدیوں سے
پچھے ہی رہتے گئے اور مغربی اقوام آگے بڑھنا شروع ہوئیں۔ اب اس صدی میں
مسلمانوں کو اپنے نقصان، ہسماں گ اور بے بسی کا احساس شروع ہو تو ان میں
جگہ بچھ نہ کچھ حرکت پیدا ہوئی۔

اسلام کے نقشب کے بعد روسی شترائیت تک مشرق میں کوئی ایسی حرکت
پیدا نہ ہوئی جسے نقشب کہہ سکیں یعنی نے سبب است اور ثبات
کو یکہ ہل ڈالا ہو۔ مغرب ان از منہ مستور کے جو وادہ استبداد کے بعد شادانہ
نے قاروں میں سبب پیدا کیا اور رفتہ رفتہ ان فرد و فرد میں جھگڑا
زندگی کے مذہب سے روئے۔ اس نے در عہد بعد صدی کلہاکی و فقر
و ثواب ست کلہا میں نہ رہا اور بقول قبا میں کہ دہائی فکر کی نازک
شترائی روئے ہوئی۔ ان تمام تحریکوں کا مجموعی نتیجہ تھا کہ انسان میں محض ور کے
چھوڑ دیا گیا۔ ان میں وہ نقشب ہو جسے مصلحتی کہتے ہیں۔ کتبہ ہیں در جس نے
ان کی زندگی کے ہر لمحہ میں یہ اثر پیدا کیا۔
ان میں یہ تمام تحریکیں مجموعی طور پر بھی انہی نقشب اور انہی غرض کی شترائیت
نہایت ایک۔ بقول اقبال :

تاریخ کوہ گریں - ارتقاء سیلاب

سب سے پہلی تاریخیں سے طبیعت کا نام نہ ہو سکا۔ چاہیے وہ کسی کج فہم آدمی نے۔ ان عوام کی خجواں میں دور پہرہ رستوں و کششیں بھی اتنی باریک ورنہ ہوتیں کہ ان کے فیوض انسانی حقوق کا غور نہ ہو سکے۔ سمجھ معنوں میں انقلاب کی کوکھ سے کتنی ہی تاریخیں نکل چکی ہیں۔ تاریخیت قدیم سے شریعت میں بھی رہنے بند کرنے ورنہ کتنے ہی پڑتوں لگانے کی قائل تھیں۔ اس سے قدیم اراکوں کی بیماریاں ہر صدی میں رونمائی ہوئی تھیں۔ بعد میں جو اس علم سے فائدہ کی نظر دیکھتے

بہت کشت و کرب میں ہوں وہاں کوئی اور کوئی طبع بھی اپنی پہلی حالت پر قائم رہ سکتا۔ فیصلہ کا انتخاب ہو گیا۔ جاگیر داری کا نام نہ ہو۔ یہ وہ دور تھا کہ وہاں میں ان میں اور کلیہ مظلوموں میں یہ مذہب ایجاد کیا گیا۔ ان میں ان کے زمین کی پانی کوڑاؤں سے سیرست سے پیشہ و عمل میں شامل تھے۔ یہ ان کے لیے بہت سے کاموں کی تبلیغ ہوئی۔ شریعت پر اب عمل و عقائد کے لیے یہ تاریخوں کی نظر و عقائد و عقائد ہوں۔ وہ دیت کے قائل ہوں۔ سب سے پہلے جو تو تاریخ کوئی دیتا ہے۔ تاریخیت کا جہنم نکل رہا ہے۔ انسانی مسائل و مسائل پر ان میں لکھیں۔ ان کی فکر۔ ان کی فکر و آواز دہی میں جو رہیں۔

جہاں میں انسانی روئے زمین سے تمام انقلاب کا پڑا ہوا ہے۔ تاریخ میں ان کے پہلے وقت کے سامنے سب سے پہلے انقلاب کو بنیاد پر کھینچ کر لیا۔ ان کا سب سے پہلے تاریخوں میں کام و خوب کام لیا۔ ان کا یہاں پہلے نقطہ تاریخ رکھا ہے۔ ہوں نہ بے

ایں مدت تھیں سب دلخیز ہونے لگے کرتے تھے :

خود تلسم و قیام و کمر کی شکست

خود سب قنات موزیت شہسب

تا نہیں سہلنت قوت رفت

دین کو استس ز موزیت رفت

ز موزیت نئے کر دو دگر

مغفل و ہوش دسم و رہ ردد

سے وقت رو سب کچھ دے تو تو نے وہی کیا جب جو اسد کہہ پڑتا تھا
وہیں کہ نو بہ کچھ دے گئے یہ دنیا کے سامنے پیش بھی کیا گیا تھا۔ وٹنے بھی
مجھ کی نہ عیب کسم ورت کے تھے نہ شہین کی طرح قنات کی بدی پہلی
تو تو نے سب کا رنج کو تار تار سے عذت حاصل کر لی چاہتے تھے کہ ہر شے ہو
تو بھی وہی عزت کا دھڑکتے رہتے کہ مئی قوت کی موزیت کا شکار نہ ہو
ہائے نہ رہی کہ ہم دھڑکے سامنے جہاں میری شہسب نہ رہے۔ خود نہ رہتے
پیر کے تو تو نے ان کو عزت نہ کر۔ قوت نہ موزی حسیب کی کوئی بہت
کی سب سب جو عزت نہ رہی نہ ہو بلکہ یہ بھی ہو۔ مہارے طریق عمل میں ساروں
کے بے باب ہی تو زندگی کی تساراف ہونی چاہیے۔ مہارے قیام و قیام مشق کے
سہل و سہل سب سب مہارے رنج زیادہ تر سب ان طرف ہونا چاہیے۔
پس وہ آیات میں رو مانیت کا بنیادی عنصر بھی موزیت ہے۔ مہارے سب میں
بک سوزیت جو سب شہسب و موزیت کر سکتا ہے۔

انہی کا پیش و پس کہ نہ رو سوزید ہو یا ہے۔ اگر تم نے بھی اس کی تلاش
تو اس کی در یک طرف ہے یعنی کو تو قیام کی در دوسری طرف محض سہاں جیت

اور سامانِ عرب پیدا کرنے کو ہی مقصود بنایا، تو مگر نجا بھی وہی ہو گا جو ملک کا ہوا ہے۔ تم اگر درحقیقت نئی تہذیب پیدا کرنا چاہتے ہو تو عرب کی طرف مت دیکھو۔ اس نظریہ اور مسابقت میں تم اسی کے رنگ میں رنگے باز نہ ہو۔ یہ مغرب اس سے اح کی بات نہیں بڑھ سکا اور مادیت کے اب و عل میں پھنس کر گر رہ گیا ہے۔ ارتقائی زندگی کا ایک قدم غنی کی طرف ویرانہ اثبات کی طرف ٹھٹھا ہے۔ اگر تم جدید نظریہ عالم پیدا کرنا چاہتے ہو تو اب وقت ہے کہ تم اثبات کی طرف آناؤ :

نکھنہ شد افرنک را آئین دین
شوئے آن دیر بھن ویکر ہمیں
کردہ کار حسد اوندان مت
بنا از لا جانب اح منہ
در گزر از لا اگر جو سینہ
تا رہ اسباب پیری زندہ

جس انقباض آؤنی پر تم فخر کرتے ہو اس کا سبق دنیا کو سب پہنچانے پر دیا تھا۔ اسی قانون ماننے والے بنی نے یہ اعلان کیا تھا کہ لا قبہ ولا کسری۔ اس نے عیشوں کو روشن ضمیر بنا کر ان کی غریبی سے سیدھی و درخت کے بدل دیا تھا۔ کن نے رنگ و نس کی تیز کو عمر کیا تھا۔ فوج افواج ابھی تک سوات اور انوکھے دھڑکی کے باؤٹور کا نوں کو گوروں کے مطابق حقوق لینے کی رو رہیں۔ مغربیوں کی تو سیاست مایہ و بلی جیسے ہمیں کی سکھانی ہوتی رہی ہے۔ رن رو باہی قائم افن دوسروں کو محتاج رکھ کر اپنے لیے سامانِ حیات کی فردنی پیدا کرنا ہے :

کہاں اور شہادت

گر ز مکر عنسریں باشی خمیر
رو بھی بد و شیر کی پیشہ گیر
جست رو باقی تلاش ساز و بر
شہر مود جو بد آزدی و مرگ

قوت ان سے جس قدر کہ اس سے وہ مسل شہادت ہی ہے جس کی بدولت
خود مومن و کائنات پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔ غایت اقوام و مملکتوں کے
ان پر حکومت کرنے والی نہیں بلکہ غنیمتوں کی غلامی ہے۔ مغربے مملکتوں
میں بہت عاریت ہے اور محدود و مادی مملکتوں کے حملے میں جو کچھ آسکتا تھا اس
کو ہر وقت سے ذکر کیا ہے۔ لیکن فکر کے حدود ایک دوسری غنیمت جیسا ہے
جسے ذکر کرتے ہیں یہ ذکر زبان سے کچھ کلمات اور تے رہنے کا نہیں ہے۔
یہ ایک وجہ ہے جس کا عالم انسان کو ہر حیات و کائنات سے متعلق
کرتا ہے۔ یہ ذکر حیات و مملکتوں کے لیے ایک تماشائی ذوق و نوا ہے۔
یہ انسانی زندگی کا غور و فکر کا پیرا ہے۔ فکر انسانی زیادہ تر بدن کی
زندگی میں رہتا ہے لیکن ذکر بدن کی زندگی ہے۔ اس سے وہ الگ ہے
ہوتی ہے جو غنیمت ہے۔ تو بھی اس عظمت میں مغرب کی طرح جس کی
جیسے کہ ہے ہر کے ہر حیات اس تبار کی سمجھ میں نہیں آتی۔ با فرق و
نی سار و ہنوز

قوت کی قوتی یہ ہے کہ وہ ذکر و فکر و نور کی ایک وقت نشین کرتا ہے۔
کہ جس وقت اور قوت یہ پیدا کرتا ہے وہ غنیمت انسانی کا ایک تماشائی جو
ہر انسان کے جنم میں پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک ایک فکر کو
اس کے وقت کے ذکر و فکر کا پیرا ہے۔ اس کا تعلق ہی ہے کہ حد و اسے

اقبال در مسرت کیت

در دوش و شمشیر سوزند و بخت

نصفین و بسینه و زند و نیت

کی تو تن فرموشی کا بیخ پر تو کمر کسب کا سر غزوات خوں ہے۔ کس میں
نہ صاف نہ ہا ہے اور نہ بچٹ میں جو بغاں نہیں ہے رہا ہوں وہ سد
کا بد ہے تو اس وقت کہ مسکوں میں کون حیات قرآن تو نہ نہ دلیلوں کے
نہ زندہ سے اس دور میں دیر تو کو بخت ہی حاصل ہوئی ہے حیات کی
کے پیچھے مرنے اب عام سدا میں ناہید ہیں :

بندہ کہ مومن زشت آں بر نورد

در یاب کائنات و پیر نہ درد

سے طرے روسیہ میں مقیم صل سدا کی طرف بار بار ہوں جو تھا ہے
نقد ب کی نہیں کر سکتا ہے۔ یہ سدا کا لکیر فوج کا ہے کبھی یک نیت کے
ما خداں کا رہا کی واسطہ نہیں ہے اس وقت جو قویں مسکوں کہہ دیتی ہیں
فوج کی ملت خود فراموش اور خود فراموش رہا تو سدا کو ان کی کچھ پرورد
ہوں۔ خود بھی مل مانجیہ کی تان محض یہ غبت غیر فساد بن جائیں۔ یہ سبت تو
تو نے وقت کے سدا کے باب سے کہتے کو بن حیات بنایا ہے۔ اگر وہ باقی ماند
تو تو بھی پناہ تو اس فساد ملت کے سدا سے تو اس میں صدقوں کو پیش
رہا ہے وہ سدا کی تان میں۔ تو کس خاص تان کا جہان نہیں۔ زمین تو ز
وے تان یہ ہوتی اور پناہ وقت پر رکے تو توئی تانی ہیں میں فانی ملک
سدا کی یہ حیات ہو تو اس سے ماوری ہے۔ در زمان و مہل سے بھی
خود کس سدا کی تو کما کر ہا کما کر تو اس میں کے یہ بندہ سب تو
اوروں سدا کے کہ یہ جب کا وہ سدا حیات پر ہیں کے۔

مسلمان میں تو اس وقت ایمان باقرن مفنود معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص
پُر ممانعت کہ سے نہیں چھو سکتی سے ممانعت دیا جائے۔ اس وقت اس پر
و اس پر پوری طرح عمل کر کے حین اُمۃ اُخْرِجَتِ سے عمل کر سکتی ہے تو
حیثہ مار دشن در ماشد و پھر ہی مخلص نو اس وقت ہے کہ اگر بے سابقیت
لیکن ساری مشاعرے بے نوا نہیں۔ اگر کسی ملت میں خوش حقیقت پوش ہو تو وہ
اس کے روح افزا غموں سے حیات نوید کر سکتی ہے۔ کیا معلوم کہ سلو بے اس
سے حوالے ہوتے دل ہے۔ موزوں ملت اعلیٰ مدیہ و سید وطن کی کا شمار ہے

مجلس : بے بے و بے ساق است
سازشکر : سازا باقی است

زخمی و جگر شکسته است
آسمان و درویش و زخمی

ذکر حق از اوست آمد غنی
از زمان و از مکان آمد غنی

دُرُ حَقِّ از زَرِّ عِلْمِ ذَاكِرِ جَدِّ سِت
اِستِجَارِ رُومِ رُوشِ اَوْرَا یِ سِت

حق را بپیش ما در دایر دستش

از مندر دبد مقلب وطن

ترسم از روزی که غمزهش آید

اقبال اور اسلامی اشتراکیت

مختصر رائے ہے۔ اقبال کی شاعری کا نقصد بنی دو اثرات ہو تا ہے اور اس کے بعد اس کی شاعری کا ایک بڑا حصہ موضوع طبعی کشش اور سہا بہ و محنت کا کیش ہے۔ اس زمانے میں قبال کی شاعری میں عین روشنی ملتی ہیں۔ ایک وجدانی اور دوسری معاشی وجدانی سے پرستان کامل، خودی و نقد و دنیا کی بے جا کا شہدہ ہے، معاشی طبقہ پر وہ کارن، اس کا اشتہاریت کے بنیادوں تعمیرات و ترقی دہی کی طرح مانع نہیں۔ کارن، اس کے خدشات و دواہی، ایک تو ان کی ایک فلسفہ، دنی بے بیت کو آ کر تے ہیں۔ دوسرے بکھڑے تان کے معاشی طبقہ کے جنس ملوں سے نہیں آتی ہیں۔

یہ ترقی کے دور میں ان برکشتوں و نظریات کا ترکانی گہر ہو چکا ہے۔ امت و کائنات میں کیڑے کے شتر کی جمع ہیں۔ اسلامی جس کے بہانے تہمت میں ان خدشات کی بڑی حد تک باندھ ہے۔ رنجب میں سب سے پہلے

کرتا ہے۔ سلی شہزادیت کی بنیاد چوکہ مذہبی اور اخلاقی ہے جس سے وہ
زیادہ تر زور اس امر پر دیتا ہے کہ سنہ پید کا سبب اسکی شہنشاہ کا بوجھ ٹھہرتے
نہوئے جو کی روٹی کے ٹکڑے کے لیے مو کھینچا ہے اور اپنے عزیز اور
دوست کے شیش میں بھونک دیتا ہے۔

اسٹار کے کی رہائی قیصر اشعر خورس کا پناہیں نہیں بکس سکتا تھا
کا منصفی قیصر ہے کہ تان و روغن کے صورت کی طرح گھیا علی بیسٹن کا قیصر
ہے جس سے خوجہ مزدور وال کو بے ہوش رکھتا ہے:

و روئے بے ہوش است تان گھیا وطن

چون حسد دورا خوجہ بکارت غم

کارل مارکس سے نزدیک بھی نہ ہو۔ انسان کے باہمی تعلق کی
بنیاد سرمایہ داری ہے۔ دم ز سر مایہ دارانی قتل آدم شد سب۔

میکل، سیار کی بیٹل گمشددیت و رستہ دانا قانون ہوا کرتا ہے۔ مدد
کی اصل حقیقت ملل و رستہ ملل ہے۔ فطرت خدا ہے۔ ہاں کہ ان انسان
جہاد کی دیر میں زندگی میں ہار دیتا ہے:

فطرت خدا دنیوی مذہب بیکار دور

خوجہ دم زور را، امر و مامور

ٹاسٹ مائے چین میں بھی میں میں کی فطرت مذہب و ان کے مائے
دریغ کرتا ہے اور نہ نہیں کرتا ہے:

عقل دورہ قویہ فلسفہ خود پرست

در کس زمانہ کی دبی نہ ہو مذکور

در میدان باطنی اور بیرونی شہزادیت کے حکم ترین متغیر و ملل مروج

اول در سحر و جادو

کی زبانی - سحر و جادو کہیں باکر نشان ورمیہ کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
وہ سحر و جادو ہے جس میں آتش و آواز میں جل جگر اور سحر کے سحر کے لئے ہیں
خدا چکھل چکھل ہے - سحر و جادو کے لئے جو خدا کا جتنی سحر و جادو ہے
وقت آتا ہے کہ وہ سحر و جادو کے لئے ورمیہ کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو

سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو

سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو

سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو

جدلیت و تہنیک کا نیا تصور

جدلیت و تہنیک کا نیا تصور ہے کہ جس میں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
جدلیت و تہنیک کا نیا تصور ہے کہ جس میں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
جدلیت و تہنیک کا نیا تصور ہے کہ جس میں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
جدلیت و تہنیک کا نیا تصور ہے کہ جس میں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
جدلیت و تہنیک کا نیا تصور ہے کہ جس میں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو
جدلیت و تہنیک کا نیا تصور ہے کہ جس میں سحر و جادو کے لئے ہیں ہوتے ہیں سحر و جادو

کار بستن والا ہے۔ قند مرد مومن کا زوادی پر تو ہے در کوکب وہ مذکور ہے جس کی
نقلی حوائی بھی تک عینیت کے افیون میں سرشار سینہ و برٹو بیانی شہادت
میں ہیں حکم کی طاعت اقبال تو جہ کرتے ہیں وہ یورپ کے ن شہادت سے باطل
مختلف ہیں جموں نے یورپ وغیرہ میں جدید شہادت سے پہلے شہادت کج
کیے۔ لو کہان شہادت پر اقبال کی تنقید انیکلر کی تنقید سے باعث ماموضو
اور شہادت مختلف ہے۔ انیکلر نے اپنی کتاب یورڈیائی ورسا یعنی شہادت
بعد یہ اس کی تصورات سے شروع کیا ہے۔ تھار ہویں صدی کے فرانسیسی
فلسفہ جہوں نے انقلاب فرس کاراستہ ہو رک۔ عقل کو ذہن و روح
اور عقل کا واحد مختلف، ورفی مانتے تھے لیکن اب بعد معلوم ہو چاہے کہ یہ
دو عقل یورڈیائی کا عقل ایک یعنی تصور اس کی ایک عقلی شکل ہے جو اس
زمانے میں قبال پر مشتمل بنی جب توسط طبقہ سنو ونا یا رہا تھا۔

تاریخی حقائق نے یورڈیائی شہادت کے مانیوں کو بہت مست کر دیا۔
رہا یہ د رانہ پیدا وار نے نامکمل مسئلہ برعکس بنی ہوئی شہادت ورنہ ہائی
تھیں بھی کوئی خاص قدرت قرار نہ رکھتا تھا۔ اس زمانے میں جو شہادتیں طلب
وقت کے لیے گئے وہ زیادہ تر نامکمل تھے، ورنہ حسب شہادے یورڈیائی ہیں۔
اس کے بعد انیکلر نے بہت سے یورڈیائی شہادتیں کے لئے جیہ بیان کیے ہیں
مند مینٹ سامن، فریڈر برٹ دوون وغیرہ۔ بنے چھوٹے سے سے
کے دوسرے سے میں انیکلر نے اس فلسفہ کو رکھا ہے جس کا شہادت سے متعلق
رہا ہے۔ تھا ہو جس صدی کے فرانسیسی فلسفہ کے ساتھ ساتھ اس کے حد
اب ناجہ میں فلسفہ مد ہو تھا جس سے عقل میں عقل ہونے اس کا سبب یورڈیائی
بنی و اس کے قدیم یونانی فلسفہ کے برائے سوب ہیں شہادت کو حکم دے

سب ترین اریہ سمجھ کے پھر سے روح دو

یہ بدیورب کا فلسفہ جرمی کے لئے جدیاتی فلسفے تک زیادہ تر وہ
بعد اجدیاتی طرز تفکر کی اچھٹوں میں رفتار رہا تھا۔ اس نے جرمی فلسفے نے جو سنگل
کے نقطہ میں کمال کو پہنچا مغربی فلسفہ کی رو بہ حال اس نے نقطہ نظر سے جرمی
فیاض ٹیس بے معنی واقعات کا ایک اچھا ہوا ور سے ربط ارباب معنوم میں
موتی بکریہ دیکھ اسان کے ارتقا اور اس و انووم کا عمل و طریقہ ہیں کہ جس
تاریخ اس فی ایک ارتقائی عمل ہے جس کی فطرت ہی میں مقدر ہے کہ وہ کئی بار
جس مسئلہ کی دریافت میں برائی ذہنی نتیہ قطعییت یا عینیت حاصل ہیں یا کئی کئی
نے یعنی فلسفے پر کارن نصب ٹکائی اور شے کی فلسفے کا رجحان جرمی عینیت کے
غیر سے فلسفے ہونے کے باعث مادیت کی طرف پھیرا۔
اس کو پروفیسر جان میک مے نے اپنی کتاب فلسفہ سنییت میں یہاں
میشل یا ہے :

سنسوں فلسفے کی ہر سنجہ دہشیا کو بدیہی میں ان کا عارف
توں میں بڑے کار اس کے طریقہ کا نام سنییت دے دے
بائی قہوں ہے اس میں یہی فلسفہ کی یہ قہ کے بقا ہذا
ہوں کہ میں رد عینیت و زلفہ نہ عمل کی وحدت کے ضوں کو
ان معنوں میں ہیں میں سے ان کی ستر کی بنے آتا ہوں
دریونکہ جی سنی علفی ضوں سپہ ان سے ان وہاں جی
س رویت فکر کی مدد کے اندر میں سنییت کھنڈ سنی
در اس سے ہا تو ہے اس بیانی ضوں کو قہوں کو سنی کے ضوں
سنس بڑے کہ سنی سنی میں اس فلسفے اس

تمام تصانیف مذکورہ بالا شامل سپہ جہاں سوں کو انوں

نہیں کہے۔

یہاں مذکور ہیں۔ اس لیے کہ شتہ بہ شتہ تصانیف کے واسطے مختلف
 یہاں سب سے زیادہ ترقی کی مقدار تعلیق و تہیک کے لحاظ سے اس جہانانی بہار
 کوہان میں تو نہ صرف خودی کے نام سے سورت بدائع کی عین و حد نجات کے تمام
 رکتے منہ و دو جوہر تھے ہیں۔ یہیں مارکس کے معانی نظر ہیں سے جو تعلق
 ہے مگر تعلق کے محاذ پر ترقی کے ساق نہیں ہیں جس کے مارکس کی معاستہات کہ
 فلسفیانہ طور پر تجزیہ کیا ہے جو جدید ادین کے لئے ایک نیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"سو تو اس کے معنی ہر جہاں اس میں ہے۔ مذہب سے تعلق

اور اس کے فیوض سے تعلق ہے۔ خطیاریوں کے میں سے ہے

مارکس کے سب سے زیادہ بڑا ہے جس میں ہوں اور نہ

مسلموں میں اور نہ یہ کہ وہ یہ ترقی کے میں سے ہے

ہے۔ اور احاطہ ہوتا ہے ان میں سے، مگر انہیں یہ کہ سب

میں کا یہ ترقی ہے یہ کہ ایک مکتب ہے میں سے

نہیں یعنی سب میں سے ترقی میں سے ہے۔ ان میں

وہ کہ وہ بہ انہم سے تعلق ہے جس سے ان میں

نہیں کہ یہ کہ یہ تھا ہے۔

"پاک ترقی میں وہ تہیک کی حد ہوتی ہے حد نجات کے لئے کہتے

اور اس کو عشق و محبت میں نہیں کہتے ہیں، ایک چھوٹی سی نظم میں جو کہ

کے مضبوطی میں باقی رہا ہے اور سب سے زیادہ ترقی ہے۔

تہیک پر سب سے بڑا ترقی ہے کہ اس کے معنی تعلق کے ہیں جس کے

[illegible]

حکمتش معقول و با محسوس و در صورت زلف
 رچ بکر قدر او یی به پوشید و چرخ عروس
 در غل غلای پرور زودنی در چلیبت
 دایم ز نورستی نماید و به غلای

تبریز

پہلے مشرق سے دو درمیں اقبال کا شمار شروع ہوا۔ دو ترجمہ کے منتقد
نقد نویس کے ہمارے ہیں۔ وہ اگرچہ کہ تعلیم کی بددیت سے آزاد اور ب
عس و عذرت کا بڑا حامی رہے لیکن وہ اسی بددیت کے ہمارے ایک
ویک کے لیے یہ بھی بڑا سبب بننے کے لیے تیار نہیں جو ان کی تعلیم
کے پاس سے ان کے دلوں سے دور کر دے۔ اس کے استبداد شروع ہو کر آج تک
وہ ان میں نہیں رہا۔ سب سے زیادہ بددیت کے ان کے ان دونوں بزرگوں کے
نام سے بددیت ان کے جو ان کی طرح کے تباہیوں میں ہیں کہ ان کے
پیش قدمیوں سے ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے
سب سے کم از کم ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے
ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے ان کے دل سے

نہایت کا میں خدا کا حق توں نہائی تیریں کو میں دو بیسید کرتا ہے۔
 میں ہے میری خدا باطلت کے مدد سے تیریں کو گیس۔ میں دور کا میں
 تیریں میں تیریں میری تیریں کو گیس۔ یہ ہے میری تیریں کو گیس۔

اور پھر وحدانیت، یہ کومت کے نزدیک بنی نوع انسان کی کشتہ رایت کا دور تھا۔ دوسری منزل پر دوسرا دور مابعد الطبعی تھا۔ یہ دوستی خدائی کے عہد سے طبعی بن گیا ہے۔ کشتی یا بعد الطبعی منزل کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے قلب و ذہن میں ایک نمایاں فرق ہے۔ تیسری یا شوقی دور یہ منزل کا شوق صرف تجربات اور ان کے ثمرات سے ہے۔

نبوتیت میں نہ ہی در مابعد الطبعی منزل کا حاصل جاتی ہیں اور دنیائے فطرت میں نہیں رہتی۔ ترقی کا رجحان عسکری جمہوریت سے صنعتی عہد کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تمدنی مساوات کے لیے ان تمدن میں کوئی کچھ نہیں رہا۔ حکومت ان باتوں پر صفت و عفت کے میکانوں کے ہتھکڑیاں پہنے ہوئے ہیں اور ان کی چوٹی پر مہر ہے۔ سرمایہ کے خطہ ان حکومت سے یہ ملان مچا ہے کہ سماج کو خدقیت کی تعمیر دینی باسے اور یہ امن بڑھانے کے ذریعے اس کے خلاف خدقیت کیا جائے اسے مایہ دار کمونیتوں کے بت کے زہاد جو ان مند و رکوں کا فلسفہ ہو سکتا تھا، خدقیت کو مت مزا اور سے کہتا ہے۔

بنی آدم اعننا سے یک دیگر اند

بہار نخل و شمشاد و برک و برک

دماغ ز غدد ز ست زفطت است

گہ یں سست از فطرت است

یہ کار فرما ہے ہر سار

نیاید نہ محسود کار

نظر ہے کہ مذکورہ بالا پہچان قلبا ہے کہ جو کچھ کے فطرتی ہیں

سرمایہ دار یا نو سید عا کر رہا ہے۔ فلسفہ سیمو کو دور کرنا ہے؛

جہاں اور سدن سکت

کند بصر را آبت یوسف
ز خارا برد تیتہ بر حوسہ
حق کو بکن دوی اسے نکلت سنج
ہر پرویز با رکاز و نابرودہ رنج
نظارہ بجکت مگر دایاں معواب
نظرہ را نہ یقینی بہ دام اسرب
ہر دوشش زمیں پورہ مہ مایہ دار
نہر دگر زنت از خورد خواب و کار
جہاں رست بہ مانی زدست مژد

نہانی کہ میں مہیج کار سکت دزد
نہست مفر بہید در و نہ تیش ہی موعود یہ سہنہ کہ نہ کی سہانی
نہست مانی نہ بہید مذکور نہ نہت جس بنے نہت س کا ہمارہ نہ نہت
سہانی نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
کا تہور نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت

نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت
نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت نہ نہت

وہی کہ سب کو کہتا ہے

سے سب کو کہتا ہے کہ میں ہوں خدا کا رسول
میرا کوئی گناہ نہیں ہے کہ میں ہوں خدا کا رسول

نوح پر زخمی ہوں ہمارے ہمارے ہمارے

ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے

مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب سے مستحب

مستحب

مستحب سے مستحب

قلم و رسم

نبالِ غم و غمِ بخت کی عجیب ترکیب کے قلم و رسم کی
 ہر ذرا کی مساوی آمدنی سوتی پیاہنے۔ گلِ عدلی سے یک طرفہ کے رگوں میں
 نقطہ بند سے جواز نکلتے ہیں۔ چین اس غم کی ساری مانند ڈھونڈتا ہے۔ کس کی
 اور دنیا میں اس کا عین ہوتا ہے۔ جہاں دوست کا سفیراں منیر و رستہ میں
 باعثِ دوسرے سفر کی خاطر اپنا منہ کے لیے پھاڑا ہوا ہے۔ وہ مسافر کی
 کیونکہ چڑھا ہوا ہے۔ وہ باہر مایہ بن جاتا ہے جس کا مقصد قلم و رسم کی
 رعب و خیمت اور صورت کی عظمت کی جتنی ہے۔ یہ وہ ہر ماہر کی رسم ہے۔
 وہ ان کو مشہور کی عظمت محفوظ میں رہتی۔ ہر دور میں اس کے رسم
 بہتہ سر نہوے کہ۔ بلبلوں کی خاک جہاننا۔ وہ جاتا ہے۔
 "ہر رسم کی ایک رسم کی نسبت" اس معانی کی نظر پر نظر آتا ہے۔
 پہاڑی دور میں انسانی اندر اس قدر کسبِ حاشیہ ہے کہ کمال کی
 ہوئی ہے اور اجداد کے انسانی ہیں انسانیت کی حاصل شدہ
 ہم عشیق کا غم ناممکن ہے۔ راست اور مذہب دونوں کے
 کا خون نرسا جا رہا ہے۔ وہ خون کے بہا سے متاثر ہے بہتوں کی
 ہوسٹہ میں درخت کی گھٹائی میں جھینے ہیں۔

تیرے یہ ماں مست۔ تیرے نیندانی مست
 بند ہے کوچہ گردابھی، تو جو ہندو بھی
 رشتہ، مذہب، عرق سب مایہ دور نہ ہو بس یہ زمانہ ہو رہا ہے
 تیری اس خردی پر شہریت ہر زبان میں ہو سکا ہے
 جو ہر زمانہ سب عشق پر عشق ہے خردی
 آہ کہ سب پر خردی پر دلی مست ہے

مستقل رہا نہ کرش سہل جو یہ ہے کہ خدا کی آواز مان کر ہے
 یہ تعجب نہ کر رہا نہ ہے یہ کہ باغی کی مثال ہے ورنہ زمانہ اسے تمام
 کا وقت ورنہ کا ہے :

سو مری آواز سے سب چوں کو بکا دو
 کاش کہ وہ دہرا دہرا دو
 مری سے سہل کے لیے سوز لیں یا ورد و جہان کی بھی ضرورت سہل
 ہا و عجب موں کا ہر سوز لیں سے
 ایک ذرا یہ کوشت میں سے تر دو
 یہاں جسٹھور کا آواز ہے زمانہ
 جتنش کوئی فریاد آئے مٹ دو
 ورنہ یہ سہل نہیں ہے ۔ تاہم رز و کے کسی اور مدد نہیں تا سہل

نہ فریادیں ۔ سہل نہ کہتا دہرا دہرا :
 جس سخت سے دہن کو مہر نہیں ورنہ
 اس اہمیت کے پر غوشہ غم ڈھیر دو
 مذہب میں بھی مذہب کی ضرورت ہے ۔ مگر ورنہ نہیں مذہب ورنہ
 سے دہرا نہ سے کے لیے پانی دہرا نہیں ۔ سہل کے مدد سے
 کہیں کا کبہ شمع سہل میں نہایت نہ مذہب کی کھنکھن و توبہ و عافیت
 کیوں نہ کہ و غم کی میں جاؤں میں پر سہل
 چہاں گیا کہ عیب سے سخت دو
 نہ کہ سہل کے عیب سے بھلا سہل
 بہت سہل پر غم و دہرا دہرا دو

میں کے چہ کھ شیش میں لڑائی لڑاٹ بھی سپہ در تر سے
 نہ اس نے جب کی تھیں نہ رن طرف و رن کا شمار سپہ
 میں نہ رن و پیر رنوں میں رنوں
 میں سپہ کے رن کا حشر اور ہاؤ

پارس و پھین

نہ یف سپہ چہ در ہاؤں سے تپہ و پانی شیش میں رنوں
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین

پہن سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین

پہن سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین
 میں سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین سپہ کے پھین

یہ کے متعلق جہاں تک مجھے علم ہے اقبال نے کچھ نہیں لکھا۔ کچھ نہیں
 لکھا۔ ایک نغمہ چاند مشرق میں ہے جس سے طرح طرح کی فضا نہیں رہ
 میں۔ ضروری ہے کہ اس نغمہ کا حق تاریخی پس منظر میں مطالعہ کیا جائے۔ لیکن وہ
 نہایت اقلاب بالکل صحیح و منطقی ہے :

سے گزشتہ کہ آدم دریں سرانے کہیں
 مہاں دانہ تہ سنگ آسیا بود است
 فریب زاری و فسون قیصری خورد است
 یہ عظمتہ دام کلیسا بود است
 غلام رسد دیدنی کہ بردہ آتش
 قیصر خواجہ کہ زمین زخوں بود است
 شرار آتش جہور کہنہ سامان سوخت
 ردائے یہ کلیسا قیاسے سلطان سوخت

یہ اثر اقلاب روس کے بالکل ابتدائی زمانے میں اور نابالغ زمانہ میں
 لکھا گیا ہے۔ اس میں جہد بکلی ذی مولیٰ۔ کم از کم قیصر و عجم و دین و مومن
 کے خلاف کوئی بہ نہیں ملتا۔ ہوتی کہ قیصر و لیو کے جوہ کو قتل کا نالہ نہیں
 جس کے بارے میں اس وقت کے لکھائے افسانہ ہیں لیکن یہ کہنا کہ نہیں
 بہتہ ذہنی بات کہنے دے کے تعلق ہوتا ہے، بہت مشکل ہے۔ اس کے
 مدد و فیروہ کا تصور فی تصوریت پر برہ غرض من کہ غرض منی جو کہ سنائی
 فقط میں ہے اس سے یہ اقلاب، آزاد دی کا جہاں نہیں غرض منی و غرض منی
 ذہنی نسبت نہ تصور نہیں بلکہ نفس سام جی نقطہ نظر بیان ہے :

گرمیاج کمی جسمہ پر بردہ
 جسمہ ہماہ ہماہ ہماہ ہماہ ہماہ

ہیں وہ کہنے سارا تسلی جہاں ہے ۔ جسے بقول مین ستیاں قدرت کا
بدبختیہ رشتہ کی گویا سبب ۔

میں پر جو غم ہاں حال میں ہے وہ میں نے بہتیت اور عیت بڑی نہایت ۔
یہ ایک قسم کی درد لگائی ہے جو ہر ذلت کے ترسے خوں نہیں ۔ درد کی
ترتیب اس حد تک ہے کہ اس میں شخصیت اور خودی کا نہ صرف عمل نہ ہو
نہ ہو تو سب کو محسوس ہے مایاں ہے کہ خودی کے قدر کو یہ نہیں اور
پس معلوم کو بھی محسوس کیا ہے جس کے کردار محسوس واقف تھا یہ ہیں کہ
ان دو چیزوں میں جو ہے ۔ شاعر نے یہی دیکھا ہے کہ اس کے گرد و
گھومنے کے لیے اس میں مدد نہیں ستو سب کا اور محسوس ہوا یہ ہے جس کے ساتھ
خود میں نے ساری عمر گزاری اور اس میں سب کے گرد و چہرے کی بات کو د

میں مجھے کھانا نہ دیتے تھے یہ نہیں ہے

مرد و عورت بچے خود کے ساتھ

جب یہ عین مین ہاں حال سے سنا کر مینا ہے تو حیران میں اور
قبول میں کوئی اختلاف نہیں رہتا ۔ قبول کی بات تو ابھی خدا سے حقیقت ہے کہ
دوسری طرف وہ کون سا دم ہے جس کو محسوس ہے ؟ مشرق کا اور مغرب کا
ہو تا ہے یہ مغرب کا دم جو چمکے ہوئے ذروں کا پھار ہے ۔

اگر کوئی سا دم سے تڑپے گا ہے پھر

وہ دم ہاں کہ جو ہے زیر سموات

مشرق کے دم وند سبب سے

مغرب کے دم وند سبب سے

مغرب کو مین کہتا ہوں کہ ہاں یہ تھا ہے ۔ وہاں ہر چیز

چہرہ دل یہ ہو رُخنی نظرِ قیامت
 یا خارِ زہ سے یا ساعیہ و مینا کی رات
 صحرایہ در کی پر زولِ توفیقِ آبی رہا سپہ گرس کا با عروج کس کس
 میں شد و منور کے وقت بیتِ تن ہیں، اس کے زلفوں میں سپہ گرس
 تہاں کا بینِ شہ سے دقتِ سب کہ آغوشِ عجب و عجب
 کس ڈوبے کا سر پہ پستی کا عجب
 دنیا سبہ زری مقلدِ راتِ نہایت
 آج سے قریب ہی تیرا تہاں کے اس پہاڑ میں ملے ہیں جو تیرا
 ۱۰۸۰ سورہ یوسف میں فرما ہے اور یہی ہے تیرا تہاں
 "جو میں نے دیکھا، اس کا نام ہے کہ اور قوموں پر تہاں میں سے
 کے بعد اس کا اعلان، ان کے عجب، ان کے عجب، ان کے
 ان کے عجب ورن کے میں پر دستِ ظاہر و باطن
 ان میں تہاں کے اس پر تہاں کو تہاں ورن کے تہاں
 تہاں کے تہاں کے تہاں کے تہاں کے تہاں کے تہاں کے
 و جو ملک عجب ہی ان کا تہاں تہاں تہاں تہاں
 کو دیکھو اور تہاں تہاں تہاں کے تہاں کے تہاں کے
 پر تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں
 جو تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں
 تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں
 تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں
 تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں
 تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں تہاں

مجھ کو سدا بہاں اندر بہاں
 قبلہ بت راستہ حق استوار
 ہاں سے خود ٹھک گزرا اندر نہ
 روتی رت دھبیل دیروار
 ملت کی خواہد ہیں دنیا سیر
 آنکہ باشتہ کا بشتہ دیر نہ
 مالاہل سرخدا کی یہ بشتیں کی ہے کہ روتی کی آواز
 ہاں سے روتی غلوہ سدا کی نہایت سے بشتہ سپ
 بانہ کی آن سو سے انوار
 بشتہ پیا تو با الہام شہر
 تو دھبیل آنکہ سوز دور
 در شہر تو رت در روز سے دور
 روتی بشتہ ایک بہت سے ہاں نہ سوز سوز
 رت میں شہر نہایت سے ہاں و ہاں مساح سیاں سے نہایت سے
 بہت سے ہی ہاں

”حدود ازیل میں ہاں دیر و رہائے کے ہاں یہ بشتیں
 ہاں سے بہت سے ہاں ہاں شہر روتی سنو بہت سے ہاں شہر
 سے ہاں شہر میں ہاں ہاں ہاں کے ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

اقبال اور اسدی اہمیت

وہ سمجھتا ہے کہ کاذب کرتے ہیں، بڑی مہم و رزوا اور مستقیم کے اقبال کے ساتھ
کرتے ہیں۔ نام تو انہوں نے بیگانہ اور غیور کے لیے ہیں مگر اس سے دراصل اس امر پر
معاشرے کا واحد و جدی فائدہ ہے جس میں اسلام اور اشتہاریت برابر کے شریک
ہوں۔

خود پس منہ، اور وسط لیشیا میں اپنے عقیدے کے متعلق لکھتے ہیں :

اگرچہ زاد و منہ، فرائض چشم من ست

ز ننگ پاک بحث را و کابل و تبریز

وہ سمجھتا ہے کہ جن کو خداوند شہیدانہ نے اپنے محبوب کے سیاہ خیال کے
سرخ رخ دیے تھے اقبال کے نزدیک ایک نئے لفظ کا پتہ دیتے ہیں۔ اقبال کے اشارے
سے یہ جتنا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ یہیں اسلام اور اشتہاریت ملا اور ان
کا قیام ہو گا۔

لا اور الہ

لا اور الہ بحث اقبال کے کلام و زبان کے سب سے بڑے مسئلے میں بہت بڑی
ہے اور بڑی بدجست رکھتی ہے۔ اشتہاریت اور اسدی شریکیت میں اصل
الہ بھی لا اور الہ کا ہے۔ یہ اصطلاح اقبال نے اپنی ذات و تصویف سے
مستعدین سے شروع شروع میں اس کا سہارا سے کوئی خاص تعلق نہیں
تھا جیسے اس شعر میں :

نہم بستی کہ رشید ہے دہ گاہ کا

لا کے دریا میں نہاں موعی ہے الہ کا

بہت جدید اصطلاح اجداد نیا سے آئندہ دین کی طرف منتقل ہو گئی،

کھنہ را در شکن و باز بہ تعمیر حسد

برکہ در ورطہ کماند و کز رسید

لا اور انا اقبال کے نزدیک زندگی کی جدلیات میں منفی و مثبت قناعات کے
مثال میں۔ لا انا کا تخریبی پہلو ہے اور انا تعمیر کی۔ لا سے جدل کا ہے
اور انا سے تباہی۔ پس چہ باید کرد اے قوامِ مشرق! میں تو اس نے لا کے
الا اللہ کی سب سے اور اعتقادی تفسیر کی ہے۔ لا اور انا دونوں کی رُکب
اور یکجائی انتساب کائنات کا ذریعہ ہے۔ لا کا مقابلہ تو یہی اور حق ہے۔
الا کا مقابلہ تعمیر ہی ہے اور تعمیر کے بعد کا سکون الا کہنے سے حاصل ہوتا ہے
بہل کے سامنے لا کہنہ دوری ہے۔ ہلکتی کش مکش کو یہی لا تقدیر عت
عسرتا ہے :

نکتہ می گویم از مردانِ حال

اُمت را کلا جدلِ لا جہا

ہر دو وقتِ چہانِ کائنات و تون

حکمت از لا زاید ز انا سکون

لا و انا انتساب کائنات

لا و انا انتساب کائنات

در جہاں ناز کا زحرفِ لا ست

ہر غشتیں منزل و دشت

ملت کز سوزِ ادیب و دستید

از گلِ خود خویش ریزِ امنہ

پیش غیر سدا کھنکھت

تازہ از ہشت کما مراد کائنات

بندہ رہا غریب خواہی در سبزه
تختہ لا در مشت خاک و بریز
بر قبائے کجی از دست او
قیہ و کس کی ہمدک ز دست و
کے محل کے وہ بگتے ہیں کہ غریب کی طبیعت کی جنگ میں رُوس کا اشتہالی
مذہب لا کی قدر کی نو دہند۔

ہم چنیں بسین کہ دو در مسرت
بندہ رہا غریب خواہی در سبزه
رُوس ز قب و جہد و دیدہ خون
ز انقیاس حریف کلا آمد رُوس
نہ نقد و کتبہ را بر سہ ز دست
تیز نیسے بر رک عمدا ز دست
رودہ مہ اندر مت ہاتش نگہ
کلا سہ طیں ، کلا کلب ، کلا ارہ

اقبال کا یہ بنیاد ہے۔ چونکہ تخریب و دہشت کی مثال پر کرنی تمدن کی
طریقہ کا نہیں رہ سکتا اس لیے طبیعت جلد رُوس کی اشتہایت بھی طبیعت یعنی وجدانی
قدریں توں کرے۔ نئی سے ثبات اور حیل سے جہوں کی طرف سے نہ جہا
ور کائنات کا قانون ہی ہے۔ عورت کا رُوس جہاں سے جہوں کی طرف ہے۔ لا
جہاں حریف ضرورت باطل اس سبب دے کہ بے کے لیے پھر بھی باقی ہے گ۔
پیدائش روز سے کو از زور جنوں
خویش رہ نہیں مستند باد و رُوس

اقبال دیویشم

در محنتم لایا ساید حیات
سوئے الاهی حسد کائنات
لاوالا بس زو برک امتوں
غنی ہے اشت تمل امتوں
در محبت پختہ کے گرد درختوں
تا دوڑ لگا سوئے الادیل
اے کہ اندر جھڑا سازی سخن
نفس لہ پیش نہ دے بڑ
ہر کہ نذر دست و شمشاد است
نجمہ مر جودات را منبر بازو است

روسی کے نا جھان ادیں انغالی کے بیامیں بھی کسی پر زور دیا بیابان کہ
استلاب کا منفی عمل تر ہو چکا۔ اب بیکٹ ٹیل کی ضرورت ہے۔ ضرورت ہے کہ
دوجہان کی قدیریں پیدا کی جائیں۔ یقیناً بت کے خاتمے کے لیے بے شک طلبہ کی
جنگ کے ابتدائی مسئلے پر لاکھ ضرورت تھی اگر متحدہ انسانیت کی تعمیر کے لیے تالا کے
سورہ اقبال کے نزدیک جہاں زندگی کا ور کوئی رستہ نہیں۔
کردہ کار حسد اوندان مت

بگداز لا جانب الا حسد
در گزر ز لا اگر جو حسد
تا رہ اشت گیری زندہ
سے کہ کی خود ہی نظام عالم
جستہ اور اس کے

قبول کے عالم میں اشتهار اکیس پر سب سے سمیت عطر ص جمال ابدین نقانی کی
 زبانی ہے۔ یہ عطر اس مکتب سے اقبال کا اپنا نہ ہو، اور جہاں ابدین نقانی سے
 عشقیت کو دور کر دیا ہو وہاں دینا نامہ میں نعتیہ اوجہاں بھی ہے، لیکن اس عطر ص
 میں جتنے منہ سے ہے سمیت میں کہ جن کی نہ تو تہیب کی جا سکتی ہے ورنہ ان کو
 قبول کے لئے تصور سے ملوید کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً یہ شعر:

رنگ و براز تن نہ گیر و حبان پاک
 تجہ بہ تن کار سے نہ دارد آشتی رنگ

دین آں پیہمبیر دارد اساس

تو ابدین نقانی کی زبانی قبول کے طوریت اور ستر ایت پر ایک
 نعت یا سبب یہ لکھی گئی تھی جہاں ابدین نقانی سے مراد ہو سکتی تھی۔ مگر
 تو جہاں قبول کے ہیں اور قبول کو کس مقام پر جہاں کے ان سے بری کرنا
 ہے۔ شریعت و موصیت کا موزنہ وہ ان نقانی کی زبانی یوں کرتے ہیں:

بہ دور اجاں نہ صبور، انما شکیب
 بہ دور نہ زور، انما شکیب
 زندہ یں رہ حشر و آں رہ غم
 در میں دو سبب آں ز جہاں
 عشق دیدم ہمد دور اور بوی
 ہمد دور تن رہ روشن و تاریک دل

لا اور آلا کا فرق وہ بنیادی فرق ہے جس سے اشتهاریت و قبول
 کے مکتب کے تصور میں فرق پیدا ہوتا ہے۔ مستطاب اقبال
 کی مدنی شریعت میں مدنی تصور یکساں ہیں مگر سامنے ساتھ بعض

مادنی جدلیت اور مذہبی واردات

سب سے بڑھ کر یہ کہ قبل سے اشتراکیت کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ خاص مارکسی نقطہ نظر سے اس کے مقصد "کیولنٹ مینی فیسٹو" میں تو یہ نہیں موجود ہے۔ "جو زماں اشتراکیت پر مذہبی فلسفیانہ یا زیادہ تر عینی نقطہ نظر سے لکھے جاتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ بنیادی سے ان کا جائزہ دیا جائے۔ کیا یہ سمجھنے کے لیے کہ اسے وجد کی ضرورت ہے کہ انسان کے عین نقطہ نظر اور صورت، قصہ مختصر انسان کا شعور، اس کی مادنی زندگی، اس کے عینی نقطہ نظر اور اس کی زندگی کے صورت کی تبدیلی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ تاہم عین کے بجائے اس کے ورثہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح مادتی بدلیوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اس تناسب سے ہر طبقہ مختلف ذوقی بدلیوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ہر جمعیہ میں خودی اور تحریک ان تصورات ہمیشہ اس عہد کی حرکات و سکنات کے تصورات دیکھے ہیں۔"

عینی اشتراکیت پر بھی مارکس نے آگے چل کر تردید کی ہے۔ "جس طرح پادری زمیندار کے ہاتھ میں ہتھ دے کر چلتا ہے اس طرح مسکینی، عیسائی اشتراکیت زمیندار کے ہاتھ میں ہتھ دے کر چلتی ہے۔"

"عیسائی رہبانیت کو اشتراکیت کے دہنے سے زیادہ دوسرا کئی درجہ نہیں دیکھا عیسائیت نے ذوق عینیت کے خلاف تادی کے خلاف، ریاست کے خلاف جین نہیں کی، کیا اس سے کبھی اعیانیت نے فیضی، فقر، گزیریں، سب سے زیادہ کچھ سب سے زیادہ

اقیان اور سدا کی کیفیت

مذہبی اور مادر کلب کی تبلیغ میں کی۔ عیسائی ست کیف اور اصل وہ
مقتدر پانی ہے جس سے پانی اترنے کی طرف کی درجن کی تقدیر کرنا ہے۔
کسی سنگ کی جو شکیں ہیں میں کی تخریروں میں ملی ہے۔ ان میں تو مائیں کے
نیز کی صورت میں کسی قسم کی ترمیم کو جائز نہیں سمجھا گیا۔ رہنما کا یہ ہے کہ ان
میں سے کہ تخریروں میں مذہب کا باقہ ہے۔ یہی سین کی تہہ کا سبب "مذہب" و
نیز تہہ کا موضوع ہے۔ نیچر کی طرح سین نے بھی فلسفہ کو دو گروہوں میں عینیت
پرستوں اور مادہ پرستوں میں منقسم کیا ہے۔ مادیت شیعہ کوئی نفسہ یا ذہن سے
نہایتی ہے۔ اس کے نزدیک عین اور حساسات نہایتی اشیا کی
نہایتی یا تصویریں ہیں۔ اس کے برعکس عینیت کا دعویٰ یہ ہے کہ اشیا ذہن سے
نہایتی طور پر موجود نہیں۔ اشیا حساسات کا مجموعہ ہیں۔ روح اور بدن کی ثنویت
و مادیت سے بھی حل کیا ہے۔ عینیت بھی مادہ و صورت پرستی یا عینیت سے
و بدن کی تہہ کا جس یہ دونوں سبب کہ روح بدن سے آزاد طور پر موجود نہیں ہوتا
کی تہہ ہے۔ وہ ذہن کا ایک عمل اور نہ بدن کا عکس ہے۔ عینیت
و صورت پرستی کے ایک روح و بدن کی ثنویت اس طرح میں ہوتی ہے کہ روح
بدن کا عکس نہیں، اس لیے دونوں قدیم ہے اور "عمل" و "خود" کی بقا و
نہایتی طرح کی ترکیب میں نمایاں ہے۔

سین نے اس تہہ کے دقیقہ بات میں غور کیا، وے ہر سین کو گذر
نہایت و مختلف وغیرہ پر یہ "سکایا" ہے کہ انہوں نے جہاں نہیں ہر
نہایتی صورت میں ترمیم یا ان کی تہہ، وں شیعہ کرنے کی کوشش
و ہے ان نہایتی تہہ میں مادہ و مذہب کو کھانا ہے جس کی
نہایتی تہہ کے ہر عمل میں ہے۔ مادہ و مذہب کے ہے تہہ تہہ

انسانی حیثیت کے درمیان کوئی ناقابل عبور حائل نہیں کیونکہ انسانی تجربہ
محدودیت و عمل حقیقت فعل کو پیش کرتا ہے جو خود انسانی حقیقتوں کے ایک بڑے
سے مکتب ہے۔ اس سے ان ترمیم کرنے والے نیا دانش کیوں کے مشرک
تقویت نہیں پہنچتی کیونکہ مادی ہدایت میں انسانی حقیقت کا ایک خاص نمود ہے۔ مثلاً
اپنے زمانے میں شہر میں بھی کہ بد بات میں نفی و مثبت ائمہ تہ باب سہے لیکن
اسے انسانی حقیقت میں تحلیل نہیں کیا جاسکتا۔

مارکس و نیکلز کی مادی جدیت میں سینیسی طور پر حقیقت شامل ہے لیکن
اسے بالکل انسانی حقیقت میں تحلیل نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی مادی جدیت تمام علم کی حقیقت
کی ان معنوں میں قابل ہے کہ وہ انسانی معروض حقیقت سے نہایت باطنی و بلند
ان معنوں میں قابل ہے کہ اس حقیقت تک ہم سے علم کی ساری حدود پر
طور پر باہر ہیں۔

مادی جدیت میں زمان و مکان کا جو نقطہ تیر ہے وہ انسانی فلسفے میں زمان و مکان
کے مفہوم سے مختلف ہے، وہ نہ صرف برسر اور قابل کے تصور زمان و مکان
کے تضاد ہے بلکہ جدید ترین طبقوں میں مفہوم زمان و مکان کی بنیاد پر انہوں
کے بھٹی بالکل برعکس ہے چنانچہ اس کتاب مادیت و روحانی حقیقت میں سنیسی
ہے "مادیت جب واقعی حقیقت کے وجود و تسلیم کرتی ہے جس پر سنیسی
کریسٹی ہے کہ مادہ ہی اس آسمان سے نہ دھوپ پر چمک سکتا ہے مادہ اس کی
بھی واجب اور مادی ہے کہ وہ زمان و مکان کی معروض حقیقت کو تسلیم کرے۔ کائنات
کے عجب کے صورت کے باطنی حقیقت اس سے ہیں حقیقت کی
طرف داری کرتا ہے اور زمان و مکان کو معروض حقیقت قرار نہیں دیتا بلکہ سنیسی
فہم کی تسلیں تصور کرتا ہے۔"

فکر پاش اور نیچر نے زمان و مکان کے مطلق دور و دور کی تصوریت کو
جس کا رویہ سب عام میں بجز متحرک مادے کے ورنہ کوئی شے نہیں مطلقاً ہے
کی عرب زمان و مکان کے اندر مولیٰ ضروری ہے۔ زمان و مکان کے مطلق انسانی
تصورات انسانی ہیں لیکن یہ انسانی تصورات حقیقتاً بعض کائناتیں کرنے پر۔ انسانی
تصور زمان و مکان میں ہوتا ہے ہوتا ہوتا رہتی ہیں۔ ان سے زمان و مکان کی مطلق
وقت کی تھیں بالکل اس طرح نہیں ہو سکتی جسے متحرک مادے کی ساخت و شکل
کے معنی یا انسانی معانات کا سبب دلی سے خارجی عالم کی مطلق و حقیقت میں کوئی
فرق نہ ہے۔

ایسا کہ تو درجہ کہ تھیں کہ زمان و مکان کی مطلقیت سے کنار
نہ ہوتی طور پر سب سے دور ہے۔ پر یہ مذہبیت کے سبب خیر و شر
وینہ بالکل ہے۔ وقت بہت ہے۔ سب سے زیادہ ہے۔ یہ سب سے
کہ۔ ان دونوں کے اس قول کا مادہ غالب ہو رہا ہے۔ ان سبب سے کہ
وہ حدود ان کے اندر ہم مادے سے وقت ہے۔ سب ہو رہی ہیں۔ وہ
عالم میں رہا ہے۔ مادے کے وہ انسانی سبب ہیں
بہیں مطلق یہ مطلق وراثت کی سمجھتے تھے۔ یہ خاص اس اب انسانی بہت ہو
تھے۔ اس دور کے انسانی جہداتوں میں نہیں ہوئے۔ اس کے اس
ان خصوصیت جس کو تسلیم کرنے کے ہے فلسفہ و مادیات مجبور ہے کہ مادیات
مطلق و حقیقت ہے جو تمام کے اس سے پیدا و ارتقاء و ترقی ہو رہا ہے۔

ذرا آگے چل کر کہہ سکتے ہیں کہ سب سے مطلق اس وجہ سے کہ مادیات
ہی اس سے وقت نہیں تھے۔ مادیات حقیقت کی طرف مادیات ہی سے
ہی ان مادیات سے جب زمانہ و اس کے تمام معلوم خاص اس کے غیر مطلق

ہونے سے انکار کیا تو وہ نیا کے طور پر مادے سے بھی انکار دیکھے جس نے
سے طبیعی عالم کی موجودگی حقیقت کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

در اصل جدید جمادات سے مادی جدیدیات کی کوئی رشتہ نہیں درمیت ہے
ماہرین طبیعیات مادی جدیدیات کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اسٹون نے اپنے چھوٹے
سے رسالے "جدیاتی اور تاریخی مادیات میں اجماعاً بیان کیا ہے، جدیدیات
مابعد طبیعیات کی ضد ہے۔ مگر کسی جدیداتی نظریہ مابعد طبیعیات کے باوجود
فطرت کو محض اشیا کا اتفاقی مجموعہ نہیں مانتا۔ نہ وہ یہ مانتا ہے کہ فطرت
ایک اسرار سے غم و بسملہ عین وجود اور در و طور پر موجود ہیں جب یہی
نقطہ نظر سے فطرت ایک مربوط و مکمل کل جس میں شیا اور منظر ہر
ایک دوسرے سے غم و بسملہ پر وابستہ، یا ہم نغمہ و درمیان ہوتے ہیں۔
مابعد طبیعیات کے باطن صرف جدیدیات کا یہ دعویٰ ہے کہ فطرت کی حالت
جود کی حتمی، سکون اور خفا کی نہیں بلکہ مسلسل حاکم، تبدیلی مسلسل تجدید و
رقا کی ہے جہاں کوئی نہوں سے ہمیشہ بن ہوئی اور ترقی کرتی رہے ہوں
نہ کوئی سے منقطع و رقتا ہوئی رہتی ہے۔

مابعد طبیعیات کے برعکس، مادی جدیدیات اس کی قائل ہے کہ فطرت
مقام شیعہ و رشتہ بہ فطرت میں مضبوط ہے۔ ان سب کے منافی یہ بھی ہیں اور
مقصد یہ بھی ہیں۔ مانتا ہیں، مستقبل بھی۔ ان سب میں کوئی شے فطرت پر
کوئی نہ کوئی شے رشتہ پذیر ہے۔ ورنہ فطرت کی بنیاد پر سے دور پر
کے درمیان فطرت ہوتے ہوئے و رشتہ پذیر ہوتے ہوئے یہ دونوں کے درمیان
غائب ہوتی ہوئی و رشتہ ہائی ہوتی ہوتی کے درمیان یہ شکستہ رشتہ
نہ نہرونی، فطرت ہے۔ ان سب دوسرا پر مادی فلسفہ نہایت کا یہ ہے کہ

اقبال و اسلمی کشہ کیف

عالم دریں کے تمام قوانین قابل علم ہیں اور یہ کہ قوانین قدرت کے مستحق بہار علم
جو تجاربہ و ترقی کے ذریعہ پرکھا جا چکا ہو وہ متاثر عادت ہے جسے معروض حقیقت
کی توثیق حاصل ہے۔ ورنہ کہ دنیا میں کسی کوئی شے نہیں ہونا قابل علم ہوسکتا
مگر یہی سنیاستیا ہیں جن کا ابھی علم نہیں مگر جن کی دریافت ہوگی ورنہ جو ماسنس
مستحق کے ذریعے علم میں رقی جا سکتا ہے

ماذنی بدیہات و مابعدالطبیعیات کے جس تضاد کو سنیاستیا میں نے بیان
کیا ہے اس کے کہیں زیادہ سائنس و سنیاستیا دونوں تضاد مادیت و مادی حقیقت
میں ہے۔ اس موشگاف پر لیسٹن نے ہارس ورائٹ کے متبادل زیادہ دیکھا
سے تھا ہے۔ سینٹ ٹھٹون "آیت ۱۰" مذہب میں سنیاستیا کے کھانسیہ کہ مذہب
اس رائے میں متبدل کے ذرائع ہیں سے کہ سب سے جوہر جگہ ن عوام کو دبا دے تھے
ہیں جو پہلے ہی سے مسس دوروں کے فائدہ ورنہ نفع کے سبب محنت کرنے
مغایبت وینا تے کہ بہ سے خوب و نسنہ ہیں۔

سہ ماہیہ داروں کے مضامین مذکوروں کی سنیاستیا میں ن کو چا رگی کی وجہ
اور ان میں ہمیشہ بد یک س سے بھی زمین ہا حقیقت پیدا ہوا ہے۔ بدھ س
طرح جنت رتھا کے تہائی میں ذاتی سائن کے عظمت سے اپنی سنیاستیا
کے دور میں سنیاستیا سے دیوتاؤں، شیخوں و درجنوں کو پوجنا شروع کر دیا
تھا۔ وہ وہاں جو عظمت کے عالم میں محنت و مزدوری کرتے ہیں مذہب سنیاستیا
ن کو دنیا میں رضا و شہید کھانا سب سے ورنہ نفع ہا سنیاستیا کی مہیا
اٹھارہ دیا ہے۔ ن کوئی کو جو دوروں کی محنت ہا چل کھاتے ہیں مذہب
نیاستیا کی قدر دیا ہے ورنہ سنیاستیا میں کہ ۱۰ سنیاستیا کی محنت کی مہیا
دیا ہے ورنہ محنت کے سبب پڑ سنیاستیا سنیاستیا کو ہا دیا ہے پھر سنیاستیا

مارکس کا قول دہرایا ہے:

”مذہب عوام الناس کے لیے افیون کی طرح ہے۔“

مذہب کے متبادل شناختیت کا نظارہ اصل لینن نے یوں بیان کیا ہے۔
نچوید مزدور طبقہ شراکت کی سانس کی مدد سے مذہب کی دُھند بٹا رہا ہے اور
مزدوروں کو حیات بعد الموت کے یقین سے آزاد کر رہا ہے اور اس طرح وہ
انہیں اسی دُنیا میں اپنی اور بہتر زندگی بسر کرنے کے لیے امداد کی رٹائی میں لٹکے
بنا رہا ہے۔“

مذہب اور سیاست

آگے چل کر قبائل کے بالکل برعکس بننے کے بعد اب ہماری بحث میں
جہاں تک مملکت کا تعلق ہے، مذہب کو ایک نئی معادہ سمجھا جائے۔ میں اس بحث
میں بھی جو اپنی اشتعال، پیرائے میں مذہب کو نئی تصویریں برآکت نہیں کر سکتے۔
اب وجودِ مسیح کے اس قدر فصیح فیصلے کے شروع شروع میں مسکو و غیر مسلمان
جمہوریوں میں مذہبی تباہی مکنے والے افراد کو بھی کشتوں باری کی کینٹین
جواز دے کر ان کی مملکت کو مذہب سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہیے اور
عبادت گاہوں یا مذہبی دوروں کو کسی قسم کی مدد نہیں دینی چاہیے۔ مذہب کو
پیشہروں کے حقوق میں کسی حد تک فرق نہیں بنانا چاہیے۔“

قبائل کے خصوصیات سے باخبر شخص بطور پرہیزگار قافلے پرست کے مذہب
و سیاست مملکت کو یکجا کرنے میں مددگار ہوتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ
جانور سے جو کشتیاں نظر آتیں ان پر مبنی دواؤں کی فیکٹری پرست۔ اپنے ممالک
کی تشریح کرتے ہوئے کشتیوں کو نہ تو پرست ممالک کی تاریکی و رعبات

بقول اور سبکی شریعت

بہاروں میں وضاحت کرنی پڑے گی۔ اس طرح دوسری کاپی چاروں طریقوں پر مشتمل
نظم محل کے تصدیق محاکم سے نکال جائے گا۔ اس کا کہنا ہے: "اس میں تبدیلی
نظم محل میں اس کا مدن نہیں کرنا یہ ہے۔ ہم دوسرے ہیں۔ وہ فردو جنہیں
مکمل کرنے سے غفلت ہے۔ ہمیں اپنی پارٹی سے ور قریب سے
نہیں روکنا چاہیے۔"

پہلے ایک اویسٹھان مذہب کے متعلق مذکور شدہ بحث کا وہ فردو میں مذکور
نیکو کے متعلق حوالے دیے ہیں جن کا مقتدا قریب قریب یہ ہے کہ اس میں
محل کے مدن و بہت کا مدن نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے مذہب میں کمی آئے
جو بکے اور نیکو کے طور پر نیکو کے ہیں اس کے قریب ہے کہ بہت تک
اس کے حکومت کا تعلق ہے وہ مذہب کو بطور ایک فرنگی ستون کے باقی
رکھے۔ لیکن مذکوروں کی استقامت جانتے ہیں کہ ان کی حد مذہبیت کی
جانت نہیں دے سکتے۔ اس کی زیادہ تفصیل لکھنے کے لیے کہیں کہیں ہے:

کوئی مذہبی ہمارے نام میں مدد دینے کے لیے ہمارے ساتھ
شراب ہو، آردہ خلوص و صدق دل سے پارل کا نام انجیل ہے
ور پارل کے پارل کی خدمت نہ کرے، تو ہم اس کو شریعت پر
نہیں سمجھیں۔ اس کے لیے کہیں کہیں ہمارے عقائد
کی روت و سول اور پارل کے مذہبی اقتادات میں جو تضاد
ہو گا وہ ہم سمجھا کر کہیں کہیں پارل کی روایات
تخلیق کر رہے ہیں اور اس کا اپنا فنی معاہدہ ہے کہ اس میں
جو امت ہے اس میں ہمارے دیکھنے کے لیے مذہب کی روت کی
کے فیسے ور پارل کے نظام عمل میں کہاں کہاں تضاد ہے۔

اگر وہ پادری شہ کی اچھوتی استوائ پادری میں ملو
 جسے درود پناہ حد مقصد مذہبی خیالات کی سادست مستبر
 نے پادری اُسے رعیت سے تن رفق کر دیا پڑے گا۔
 سین نے بہ حال اقبال اور کھڑبری کے سقفت غلطو کے یہ جگہ نماں ہی

لی ہے :

اشترک جمہوری استوائ پادری میں نہ صرف ہے مذہب
 کو شامل کرنا چاہیے جن کا غلط و غلط پر باقی سب ملکہ ہیں۔ یہ
 مذہبوں کو بھٹائی کرے کے یہ ہی ساقی کو درجن کرنا چاہیے۔
 مجھ بس کے قتل نہایت ہیں کہ مذہبوں کے مذہبی سادات کو
 ذرا سی بھی ٹھیس سناں جاتے ہو، نہیں اپنی پادری میں کسیت بھٹ
 لانا چاہتے ہیں کہ ستر پڑم ان نہیں قیودیں۔ کسے نہیں
 کہ مذہب کے مذہب ایک عملی سب کا کار کریں۔

یہ رعایت محض عرق دیکھی اس مصلحت بن پڑے ورنہ مذہبی عقیدہ
 ایتھان کا بادی بدایت میں تصدیق نہیں۔ قبال اس کو کلا کا متا کہتے ہیں۔ ان کے
 نزدیک یہ غلطی بے اثبات ہے۔ یہ وجہ فی سطر پر معاشی خدب کا تخدیشی کار ہے
 اس کے متعاطی میں وہ مصلحت شہ رعیت کا تصور قرآن کی تعلیم سے سن
 کرتے ہیں۔ یہ الہ کا غلط ہے۔

قبل اس کے کہ اقبال کے امدادی شہ سب کے تصور پر غور کریں
 کی قسم سے مذہب پر جو شہ کی شہ یہ مذہب جاسکتے ہیں۔ ان کا ذکر سب ہوگا۔
 موند، حفظہ جس صاحب ہوا روی نے ایک ناب سدا کا تصور دی غلطی کے
 عنوان سے لکھی ہے۔ ان میں انہوں نے قرآن مجید کی تیوں و مفسرین کی

شہسباز سے سدا کی ستم آئین کے تصور ت کو، ش کیا ہے تہا وہ لکڑی
 چنے باغ سے نہیں نے یک پر تیا س نفل کیا ہے جس سے سدا کے
 معاش نفا پر روشنی پڑتی ہے :

۹۹ میں جب یہی سدا دہ دہانی طر ہیس گ در روں کے دوں میں
 نہ ریتا کر یہ تو ان کے نفوس دنا بیت و نعت سے بھرت تو
 کی طہالہ خدائی سادہ سے غفرت کے لیں وہاں کے ہا حقی کو
 کو غفلت لگ گیا اور یہ سب سدا معاش نفا کی بدولت نہیں آیا جو
 پھر درووں کی کوتاہیوں کا رونا تھا ۔ (صغیر ۶۸)

پھر انہوں نے اس کے مقابلے میں سدا کی نفا کے متعلق شاہ ولی لکھا توں
 یوں نقل کیا ہے :

۱۰۰ اس سدا کی نفا میں نارس ورم کے فساد نفا کی قہر کو
 اس طرح نفا کہ معاشی زندگی کے ان تمام اسباب کو بیت
 مقرر دیو تو اور وہ پور پر معاشی وسیلہ دیکھا جب بیتہ اور
 عیش پسندیوں کا رہیں انھوں کو حیات دنیوی میں ہے جہاں
 ہمت ہوتے ہیں۔ مثلاً مردوں کے بچے سونے چاندی کے
 زیورات اور پروردگار کے ناز کیوں کا ستمان اور انسان
 نفوس کییت و دم و بویہ حوریت پر تم کے جانہ کی ور سونے
 کے برتنوں کا سفند درغان زمان و شکوں و رفیع شان
 محبت و تسویریں تہا اور کافروں میں فلول زہانت و مانت و غیرہ
 یہی سدا کے بہائی نماز و معاشی نفا کی تہاں کا مانت و مانت
 فتنہ ناپید ہے :

حق معیت سب کے لیے برابر و مساوی ہے اور رکھے زمین
میں جو پھیل جائے و برکت رکھے اس کے اندر وریا دل میں مذمت
سے رکھے۔ میں ان کی نورانی حویر میں بات مندوں کے لیے
احقر استجدۃ ۱۱۔ سلام کا تسبیح و تحمید

اقبال کے نام میں بار بار تسبیح و تحمید کی طرف اشارہ ہے اور یہ سلسلہ
شرکیت کے نظریہ کا منہ بند کرنے اور دلائل میں یہیت ہے :
بِسْمِ مَنْكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ فَلِاَعْنَ
ادھر تو سے پوچھتے ہیں کہ کیا غرض کریں کہہ دو کہ حاجت سے زیادہ مان۔
ہر چہ از حاجت مندوں داری ہا

اس آیت و سورۃ بندگی کی وایت کی تشریح کرتے ہوئے شیخ بہت
مولانا محمود امجدی کا قول نقل کیا گیا ہے :

”محمد، مسیح، ع و بیل فرار و جب اردمان میں کوہستان میں
جمعیت مبنی آدم کی مملکت معلوم ہوئی تھی میں نے غم انداز تھا
کی یہ کشتی سے رنج و غم تھا کہ اس انسان ہے اور کوئی نہ ہو
و نہ کشتی کے مملوک میں نہیں بلکہ ہر شے اصل خلقت میں بند اس میں
مشترک ہے اور میں و ہر مملوک ہے اس بوجہ رنج و غم و
حضور انتفاع قبضہ و حلت ملک متاع کیا ہے اور جب ملک سے
پر ایک شخص کا قبضہ و مستطدہ ہوتی رہی ہے اس وقت ملک کوئی ورک
میں دست دردی نہیں کر سکتا ہاں غلام کو تو اس پر چاہیے کہ وہ
اپنی حاجت سے زیادہ پر قبضہ نہ کر سکے بلکہ اس کو دروں سے عرصہ
کر دے کیونکہ ہر مملوک و دروں کے تفریق اس کے ساتھ تعلق ہو

ہے میں ہیں وجہ ہے۔ ہاں نہ جہ سے باطل نہ مذہب رکھتا
 نہ تو، اور کثرت بھی دردن ہائے اور انہما اور صلہ سے جہت
 بعباب رہے۔ پانچ عمارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے بہ بعض
 مہر و تہیں وغیرہ سے ثابت ہے۔ مذہب رکھنے و عہد کی ذرا دیا
 بہ کیت غیر مناسب و نہاد وں مونس میں تو کہیں کو عہد کی نہیں کی
 ن وجہ یہ ہے کہ زید علی کا جہ سے کی تو کوئی غرض متعلق نہیں
 در وروں کی ملک من وجہ اس میں موجود، تو تو یا نہیں مذکور ہیں؟
 ہاں یہ ہر من و متعلق ہے۔ (اسلام کا اقتصاد کی حق صحت)
 سفند رحمن سہاروی نے بن حرم سے ایک روایت نقل کی ہے :-
 "اس نے میں نے کتب نے ایہ جس بات کا مجھے حق نماز و ہوس
 گہ کا جیسے سے مذہب و عہد تو میں کہیں تاخیر نہ رہا و ہوس
 رہا بہ وقت کی فصل دوس سے رفتہ در مہا ہیں ہاں بات ہے۔ نہ کہ
 کیا تھا کہ کی کی پاپ یہ نتیجہ نکلتا ہے : "دوت در مایہ دار کی کے
 ذہب صلب قضا و عتیم میں میں قضا و راقی مذکور کی صورت
 بھی ہاں کے۔ ہاں سے دوت و کثرت پھیلنے و غشور و سہا ہاں
 مسک کہیں سے موقوف و موقوفین طلبتوں میں مذہب ہو جائے اس
 طرح مائے مذہب کو مذہب کہاں ہاں دے، کثرت و احتیاج
 عانت اور شقاق کے وجہ ہاں کے لیے زمین کی بات قبل تو جہت اس
 اور جہت غنا نہ رہا کہتے میں سونے و چاندی کو در کی کو نہ کی
 زمین و تہیں رہتے، سونے کو در دناک مذہب کی شریعتی دید و
 جس و نہ کہ ہاں پانچوں کی و ہلا کی ہاں نہ کی، پھر کی سے دانی

اور جو غریبی سے جو جماعتی ملکیت سہہ۔ بیت مال ان تمام مصارف کا قیاس ہے جو جماعت اور غریبوں کے باعث ملتی ہوئی۔ اس کے بقایا آمدنی ہیں؛ غرض ہمسلمانوں کی ضرورتوں کی خاطر غریبوں کی رضائی سادہ و غریبوں کی زکوٰۃ ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے منافع و سربس پر مامور ہو جائے صدقات یا خیرات کی طرح ہمسلمانوں میں بانٹ دینا۔

و جزیہ یا وہ ٹیکس جو زبجیوں پر ان کی چھانٹ کے معوضے میں عاید کیا جائے۔

"نہ سب یا وہ ٹیکس جو رفاہ عامہ اور دینی غرضیات کے لیے عاید کیے جاتے ہیں۔"

"امور خاندانی یا سرکاری غرضیات کی ورڈوسری متعلق آمدنی۔"

نکاحات، ایتھ کے دور میں حضرت محمدؐ نے ان میں سے جو پر اس کی خوشنوی کی کہ مسلمانوں کو سربس داری و رفاہ و محبت کا چسکہ نہ پڑے پائے اور وہ یہ نہ قبول کریں نہ مائزہ میں خدائی ملکیت ہے، چنانچہ کتاب خرچ میں قاضی ابیوسف نے یہ رائے دی ہے کہ نہ ٹیکس کا یہ فیصلہ کہ منصفہ۔ انہی کو عاید ہونے پر مستعمل کیا جائے ایسی صورت میں جب کہ کتاب، تہذیب میں اس کے متعلق کوئی مذکور نہیں تھا، ایک ہجری فیصلہ ہے، جس کی بنا پر خدائے تعالیٰ نے ان کی ہمسائی۔

جزیرہ کا مسئلہ ایسا ہے جس پر غریبوں نے ہمیشہ ائمہ اخلاص کیے ہیں لیکن طبری نے مائتہ شہری کے زمانے سے جس دستور کو تصدیق کیا ہے اس کا طے سے دیکھا جائے تو نتیجہ یہ ملتا ہے کہ رٹی یا جہاد میں خدائے تعالیٰ پر لازم تھا۔ مسلمانوں کے لیے جہاد کی حیثیت فرض کی تھی۔ ذمے کے بے رٹی میں حصہ بنا غریب نہیں تھا۔ اس کے عکس نے ذہنی غفلت کے اکوڑ کو چھوڑ دیا۔ دستور یہ تھا کہ وہ مدفع نہ ہو، بک خرچ کا بکس دکرے لیکن کروہ مسلمانوں کے قاتل و پیش جہاد میں حصہ لے تو اس پر جزیہ عاید نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ہجری کے موقع پر جو معاہدہ ہوا اس کی ایک شرط جو طبری نے یوں تعبیر کیا ہے:

”اور تم ذمہوں میں سے جس شخص سے ہم وجہ دیں گے تو اس کی رد

کا یہ جوبوٹا۔ اس سے جو یہ نہیں لیا جائے گا۔“

اسی طرح نوح آذر بائیجٹ کے معاہدے کی ایک شرط تھی کہ یوں بیت کی ہے

”اور جو ذمی مسلمانوں کے حرم حقہ سے کاس ساس کا جزیہ

سے مکلف کر دیا جائے گا۔“

خدا بن وید سے ال حیرہ کے لیے جو عہد نامہ تیار فرمایا تھا یہ اعلان تھا

تھا:

”اور میں یہ سٹے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی شخص پیر کی بیوی

سے نکاح ہو جائے یا فاسق و سواد کی بیوی سے کسی شخص

میں سے نکاح کرے یا ان میں سے کوئی مالدار فقیر ہو جائے اور اس کے

مال مذہب میں کو خیریت دینے لگے تو ایسے مال اٹھا کر

معاف ہے اور یہی امان ان کی اور ان کے اہل و عیال و مال

پہنچا ہے جیت تک کہ وہ درالسم میں مقیم ہیں۔“

زراعت کے عمل وغیرہ میں مسلمان اور غیر مسلمان کسی طرح کے تفریق و امتیاز

کو جائز نہیں رکھا یا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک تمدن صدیوں

سے انفرادی عینیت کو بھی خدا کی معاشی نقطہ نظر سے جتلا کر

ہے۔ معدنیات، کانیں یا جسے ذرا لے پیہ اور جو پوری قوم کے لیے عینیت کی

ایک فرد کی عینیت نہیں ہو سکتیں۔ معدنیات اور کانیں پر حکومت کا قبضہ ہونا

ہے، بسی بکثرت حیثیت ہیں جن میں سرمایہ داروں اور غنیوں کو ہر ترقی

کی محنت کے مزدور کو ان کی محنت کا پچیس پورے حصے۔ ایک حدیث میں

ارشاد ہوتا ہے کہ بہترین کوئی مزدور کی کمائی ہے۔ اس کا فقہی نقطہ

انہوں اور اعلیٰ ستر کتب

مولانا غلط الرحمن سچو روی سے گزریں سعدی اور اشتعال اقتصاد کی نظامت
کی مثال کے قدروں اور احکامات کو کو بیاسیتہ :

" سعدی نظام نامہ کا اقتصاد کی نظامت " علمہ ۳۳۳، اقتصاد کی دور

نقشہ نظام اقتصاد کی کے درمیان چین اور ہیں، اتفاق سہ ۵۵

حسب ذیل ہیں :

۱۔ انسان اور ہمارے باطن دوست اور مخصوص جہت میں دوست و بددست
جاکر تر و تپ سے در نہ وہ۔ دونوں ان بہ دو مور نو باطل اور اقتصاد کی تعلیم
کے لیے تیار کی تھیں۔

۲۔ دونوں سرور کی کہ اقتصاد کی نظامت کی ایکس و سبب دماغ
معاشی معادلات کی اور بہت سے کمالات سے سمجھتے ہیں۔ دونوں نفس بھی اس
سے نہ رہے۔

۳۔ دونوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اقتصاد کی نظامت کے درمیان تمام انسان دنیا
بغیر ان کے ہیں۔ انسانی زندگی میں ان سے تیار سے چھوڑ دیا جائے۔ ان کے
بہت میں کار ہو۔

۴۔ ان دونوں کے اذنیان اس میں بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں
نہ دونوں کے ہوتے ہیں۔

۵۔ ان دونوں کے درمیان یہ بھی کہ ہے کہ ان دونوں کے ذریعے
نہ کو محکوم در نہ دنیا یا اس کے ترقی نہ ہو کے ترقی نہ ہو دیکھ رہے۔

عالم شہرانی

مولانا غلط الرحمن کے نزدیک ان دونوں میں ہیں سعدی اقتصاد کی

قانون و دستور

نظم و رست کی اشتہار نظم میں اسامی خدمات ہیں جن میں سے ہر ایک ایک
کو سر اگنہا ہے کہ دولت ذریعہ دولت میں نقد ادنیٰ عیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس
کی حدود و قیود کو کر دینا جائیں۔ اشتہار عیثیت کا فیصلہ ہے کہ دولت و ذریعہ دولت
سے، غرض ادنیٰ عیثیت کو مل دیا جائے۔ اس کا اقصیٰ نظام۔

میں نے اس حصے میں مختصر جن صاحب کی کتاب سے اس سبب زیادہ مدد ہے
کہ اقبال کے سوانح اشرفیت کے نظریے سے آزاد طور پر اسلام کے اشتہار و تقویٰ
کا اندازہ ہو سکے۔

اقبال نے عام قرنی اور حکومت میں کا مختصر تصور یہاں عین نقالی و نہانی
جو دینا میں پیش کیا ہے۔ عالم قرنی وہ ہے جو ابھی تک ہمارے غم میں غم
سب سے و جو آفرینش و رواج کا منظر ہے وہ کسی نئی یا قویٰ قویٰ کا پابند نہیں وہ کسی
بادشاہ یا سلطان کی حکومت کو نہیں کر سکتا، اس میں خدمت کا غلبہ نہایت ہے

عالم در سینه با گم ہنوز
عام در انتظار قہ ہنوز
عالم بے امتیاز خون و رنگ
سدا در دشمن تر از صلیب از راب
عالم پاک ز سیدین العسید
خون دل موں کر نشن نہ پیر بد
و در غمت کہ نشن یک نظر
تخمہ او انگزد در حب و عمر

اس کے یہ معنی نہیں کہ جو نیر تو سوس پہلے کے خدائی قدرت و ہوس میں
نہیں نہ ہو، ایسا ہے کہ اس کا باطن پر سکون ہے مگر اس کا باطن پر سکون کی طرف سے

سہ قہر رہا ہے در، زہ بازو زہ نہ نقد بائیسے اپنی تہہ پیکر، بہر ہے :

باطن دواز غیب بے غیب

نظر ہر دامن تدبیر دے

بچہ افغانی کی زبانی اس عالم قرآن کی دوسری خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اس
عالم میں خدا کی معرفت انسان کو عطا ہوئی ہے، عذبت آدمی ارفاق سے جنت کی
تکمیل ہے۔ قرآن کی دوسری خصوصیت حکومت الہی یا اسلامی استہ کی جمہوریت
اسلامی میں یہ ہے کہ وہی حق سب کا فائدہ پہنچا دیتی ہے، اس کے برعکس خود میں
دوسرے کو نقصان پہنچا کے خود فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ صلی فی شہیت غیر حق کی
حکومت ہے، در غیر حق کی آمدی بنی نور انسان کے لیے قہر ہوتی ہے، فو کستہ
کرمیت کے، پختہ قواعد و قوانین ہوتے ہیں جن کے زیر طبع کے ظلم و جور
سہ حوز کے بہانے تراشتی ہے۔ دریں کا مقصد یہ ہے کہ سرمایہ دار اور زمیندار
اور مہر ربوت جہاں در مزدور و رہنماں اور کمزور ہو جائیں۔

عام قرآن کی دوسری خصوصیت اس حقیقت پر مشتمل ہے کہ زمین خدا کی ملکیت
انسان کے لیے نہیں بلکہ مانت ہے، پیدا و دوست اور جہاں فی ہندے کے
بے وہ خدا کو تپاں سے بار بار یاد دہا رہے کہ زمین خدا کی ہے اس کی نہیں :

وہ جس نہ نکستہ زمین پیر

رزق دوزر نوئے بیکر دوزر بیکر

باطن، رفق منہ حق جسر ست

ہر کو یں نظر و بنید فاسد است

اس کے ذہن زمین سے تعلق یا رہبانیت کی تعلیم کے نہیں ہیں یہ ساری تعلیم
انسان کی دوست سے دوسری سنیہ دریں سے ممکنہ دوست کا شعور انسان کا غرض

سب لیکن انسان زمین یا ذرات پیداوار کا آنا ہوا نہ اندازہ نہ ہے۔ وہ یہ
نظام معیشت تخلیق کرے کہ ہر انسان زمین سے مستفیع ہو، کوئی نہ زمین کا ملک بنے
اور نہ زندگی سے گریز کر کے رہا نیست۔ غیبی راز سے اور زمین سے
منہ موڑے۔ سب نظر جھوک ور رہی نہی نہی اندازہ اصل سلطانی ہے۔

وہ آئین کی ایک بڑی حقیقت یہ ہے کہ اس کی حکمت یہ کہی ہے۔ علم کا تقابلاً
بند ہے۔ ور اس کے مانات یہ معمولی ہیں یہی انسان کے لیے بڑا مسئلہ ہے
استعمال کا سبب۔ علم و انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہی استعمال کا جو حکمت
و ترتیبی و پرہیزی کے لیے بھی۔ علم ہی نے یہ بھی کہا کہ جوہر کے نتیجے میں قوت
ہی قوت ہے، ور علم ہی نے جوہر کی برہمی نہایت علم۔ حال ایک تیز موز ہے و
جب تک اس کا مقصد غیر کائنات ہو اس کے کہنے میں بڑی حیات کی فلاح و بہبود
رہو م کے اس راز کا مطلب یہی ہے :

علم را بر تن زنی مار سے بود

علم را بر دین زنی یار سے بود

موناہاں کے ایک شعر سے اقبال نے عام آئین کی حکمت کا ذکر بھی ہے
جو غیر کثیر ہے۔

گفت حکمت را خد خد کشید

بر بجا میں نمیب را بہنی بگید

علم تسخیر کائنات کا بڑا ذریعہ ہے اس کے رد و خور و ذوق و ذوق کائنات
کا دین منہ محفوظ نہیں رہتا کہ جہلو انسان کا سب سے بڑا حوسہ ہے کہ یہ فوری
ہے کہ علم حق کا پانہ ہو۔ اس کا مقصد ہی فلاح انسان کی جہلو و رجبہ ہو علم و ذوق
کا نہ کار بنانے کے ہے نہ فلاح ہی سبب کہ علم میں غرض و فلاح کی حیات

نبی و اسلامی شریعت

میں نے جس کے نام ایدین افغان نے اشتعالی روس کو جو پیغمبر دیا ہے اس میں
وہ ساری شریعت کی قیادت کا خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ قرآن سر یہ دار کے پیغمبر
موت سے پہلے قرآن نے ہمیشہ خدا کی نعمت کی ہے۔ خود کو حراً قرآن دیا ہے زمین
سے صرف بہرہ و دولت کی جہازت دنیوی ہے۔ مگر زمین پر کس اور سرمائے کی قطع
معبودت کی بات نہیں دینی اور نبی ان کو کر دیا ہے۔ ریت دینی اپنی فی دنیوی ضروریات
سے زیادہ جو کچھ تیرے پاس ہے اجتماعی معاشرے کے لیے وہ سب کچھ دیتا ہے :

پسیت شریعت خیر ہے پیغمبر
بستہ بندہ ہے سب زوہر
سبحانہ سب زوہر زینت مجرب
لن نكف عن النبى حتى ننفق
زہر ہا جوں تیرہ دن پتوں خشت بست
دنیوی درندہ ہے دنوں و چنگ
رزق خود ز زمین بدون دوست
بن مست تا بندہ و ملک خداست
بمست کشت چوں برکت بدہ
ہم چہ از جانب مسندوں دار کی بدہ

روح اور مادہ

سب سے بڑی حکمت ذہن کی ہوگی جسے پس یہ ہیکہ ذہن نبی نے
مغالب بن رہا ہے اور وہ بنی حکمت عملی و حکمت فطریہ ہے۔ دیا ہے جس کے
برسوں سابقہ کتب میں حکمت لکھی ہے۔ یہ فطری برکتیں ہیں جو یہ شریعت

قدروں کی تقدس اور ان کی اسکس پر ساری زندگی جمہوریت کی نقاب انگیز
 فطرت ہے۔ جمہوریت جب فرمان حق جاری کرتی ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ خوب و
 سدھیں سے بغاوت نکالتی ہے۔ یہ حکمت حکیمِ عقل سے بالترتیب برکتِ نبوی سے
 نئی امتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان قوموں کا سرور ہی ایسے درویش رستے میں جو تاج و پہا
 و خراج سے بے نیاز ہوتے ہیں حکمتِ حکیم کا درس نقابلی ہوتا ہے :

بھو و بر ز در طوفانِ خراب
 در گاہِ او پیامِ انقلاب

حکومتِ الہی کی طرف منہوں نے اس سرِ خودی کے انگریزی دیبے میں
 بھی اشارہ کیا ہے۔ پس حکومتِ اسلامی الہی سے ملے دوں جمہوریت ہے جس
 کے افراتفریشیں کچا ہوں گے۔ ورنہ جس کا صدر وہ یکنائین خود ہوگا جس کا شان
 ر دنیا میں ہو چکا ہے۔ نتیجتاً اس آئینہ قوم ایک جھٹک نظر آئی، مگر اس کی
 درست امارت پسندی نے اس کے سارے فلسفے کو مسترد کیا۔

اس ساری شریعت و روئے کائنات میں اور بھی کئی مہینا دن تعداد
 میں غلامانِ روح و روئے دے کی امتیاز کا مسئلہ۔ اقبال نے اپنے نقاب میں یہ
 جگہ لکھی ہے :

"حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک روح ہے جو انسان و مہمان بن گھرن ہوئی
 ہے جس وحدت کو انسان کہا ہے وہ ایک ہوا ہے جب کہ کس کو
 ایک قرار دیا جائے دیکھتے ہیں اور یہی وحدت یہ نفس و روح
 ہے جب کہ وہ ایک نفس علم و نسب عینِ کائنات میں رہ رہی ہے۔
 توحید کا علم مساوی، سب کا اور آزادی ہے اس کی سب سے
 مہلت ایک دوستی ہے۔ ان سب جین شہوں کو زبان و مہمان

توں و مادی تہذیب

یہ صورت میرا نے لی مائیک رڈو ہے۔ ان اٹھولوں پر کسی مادی
 ۱۱۱۔ اسے میں رڈو چلی۔ سنہ کی۔ اس کے نقادوں نے اس پر پھونکو
 نظروں سے گذر دیا ہے۔ تو اس کے رڈو سے یہاں حقیقت روحانی ہے۔
 رات کو اس طبعی دروازے کے سامنے اپنے اظہار کے مرقع حاصل ہوتے
 ہیں پس جو کچھ ذاتی و دنیاوی ہے اس کی نسل روحانی سے بیکر جدید
 نے مادی بلکہ بڑے کمال میں ہے کہ مادی سبب کی جو عظیم الشان خدمت ہے
 وہ مادی کی تہذیب پر مشتمل ہے جس سے دنیا میں رہتا ہے۔ مادی کی تہذیب
 کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کے رڈو مادی کی تہذیب پر مشتمل ہے۔ مادی کی
 وسعت رڈو کے لئے کافی ہے۔ یہ ایک مادی مادی ہے۔ مادی کی تہذیب
 تہذیب سے۔ تہذیب سے اس کو چھوڑ دے۔ اس کا اظہار دیکھو کہ
 "ساری چیزیں ایک مسجد سے اس مادی کے نقطہ نظر سے مختلف ہیں
 و تہذیب ہے۔ اس کے رڈو کے رڈو مادی کی تہذیب پر مشتمل ہے۔"

انقلابی مادی نقطہ نظر سے ہیئت جماعہ انسانیت کی مادی تہذیب کی کاوش
 کے مادی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ یہاں سے مادی تہذیب کی تہذیب
 تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ "علا اور تہذیب کی تہذیب
 تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔"

مادی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ مادی تہذیب کی تہذیب
 و مادی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ مادی تہذیب کی تہذیب
 و مادی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔

تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ مادی تہذیب کی تہذیب
 مادی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ مادی تہذیب کی تہذیب

جہاں تک مدب کا تعلق ہے مدب کو فی شعبہ نہیں نہ وہ محض فخر ہے
 نہ محض تاثیر نہ محض عمل بلکہ وہ انسان کی پوری شخصیت کا اندیشہ ہے۔
 اقبال نے اس خطبے میں اسلام میں عقلی فکر کی تاریخ پر قبضہ کیا ہے۔ وہ کہتے
 ہیں کہ اسلام میں عقلی بنیادوں کا تلاش بخیرہ اسلام کے عہد ہی سے شروع ہوئی تھی
 اور خود اقبال کا ارتداد فضا کے اسے خود بخود کو اسٹیا کی، سیت کا علم ہے کہ فلسفہ
 یونان نے اگرچہ کچھ علم مفید کے نقطہ نظر کو بہت وسعت دی تھی مگر اسے متعلق
 ان کی حیثیت کو دھندلا کر دیا۔ دو سو برس کے بعد سماں نے عربی نے یہ سائنس کا
 یونانی و ربا تصور منہ ان فلسفے کی سکنیت مدنی لایت کے بدلے سے سبب
 غزالی نے اس شکست کے بعد ایک طرہ کی نامکمل عقلی بغاوت کی۔ لیکن اس رشتہ
 نے اسلام کو تحفظ دے کے بالکل لغت رہ گئے بغیر تصور است کا ذریعہ دین کے
 ساتھ جیا کیا۔ اقبال نے غزالی و رکانٹ و انیسویں صدی کے سبب میں یہی مشابہت رکھ
 کی ہے مگر ان کی حد تک ان کا پائوں میں یہ سبب ہے:

”واقعہ یہ ہے کہ عقلی فکر میں رت کو بہ مدد مدنی صورت میں دیکھ
 لی مدد تک نہیں رہتی۔ اس کا طبع نفس تعمیر ہے جس کی قیادت میں
 فنی مدد میں دو مشیاسے مشوں کی نسبت ہے۔ مدد نہیں ہوئی۔
 بہ سان فکر کی عقلی ترقی حرکت میں ہندوؤں کے رہاں میں رکتی ہے
 جو مروتی حاد ہے وریہ عمدہ و تصور است اس ہندوؤں کی موت
 کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس فکر میں عقلی باہیت کے لحاظ سے اس و
 بعد نہیں بدلتا کہ سے دینی باقی۔ مروت و رکت میں رکت کا لائی
 جاتی ہے جس کے اندر ایک رکت۔ مروت و حاد ایک اقدار ہے
 و تک سے باقی ہے مروت و حاد میں رکت کا لائی

کی حیثیت کہتی ہے جو حقیقت ظاہر کو ایک منہیں سدا تعبیرات اظہار ہے۔
ان تعبیرات کا مہر وراثت کی باہمی مشابہت میں مصدقہ نہیں بلکہ اس پسین تر
کل میں مفید ہے جس کے یہ مفہوم ہیں۔

یہ وسیع تر فل ترانہ کی صورت میں ایک طرح کی پورج محفوظ ہے جو طے کے
غیر معنی معانیات و ایک حقیقت حاتمہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔
ہر جہے کہ ترک نہایت میں نہ خود کی موجودگی محدود و تغیر و ممکن باقی
ہے۔ تاٹ اور شان دونوں بہت گہ سے نہ رہت کہ جسوں میں
کو سسٹم میں فکر میں نہ وہی و دہش سے آئے بڑھ جاتا ہے۔
نہ جتنا ایک مطلق ہے کیونکہ اس میں بھی محدود و محدودہ ایک ہی ہے۔
سے سدا و رہا ہے۔

اقبال آگے چل کر مغرب تہذیب کے غلط جلوہ کے متعین کہتے ہیں۔

۱۰۔ سدا تہذیب کے جس ہر مہر وراثت کی ترقی یافتہ صورت ہے مگر یہ
نہ نہ سدا تہذیب کی تہذیب کی ہی جی نہیں نکلتی کہ وہ نہ کہ
وہ سدا و سحیت کے لحاظ سے تہذیب تہذیب سے کہتے ہیں کہ
جب رتہ تہذیب و تمدن جدید ہے کہ انسان میں نہ وہ کامات سے
سے وہاں تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے۔ اس کا سدا
۱۱۔ حقیقت تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن کے باطن میں وہ تہذیب و تمدن
سے برید ہو رہا ہے۔ حقیقت تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے
نہ تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے تہذیب و تمدن سے تہذیب و تمدن سے
حقیقت میں وہ تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے تہذیب و تمدن سے
اور تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے تہذیب و تمدن سے تہذیب و تمدن سے

مفسوس ہے اہل قلب معنی کو یا جو سنے کیونکہ اس سے زندگی کی تصویر کشی
مناسبت ہو جائے اور در ذلک تاملات مدہ ہو جائیں۔ زندگی
زندگی کا مقصد یہ ہے کہ زندگی میں مقصد و غرض ہو، اس کے
مفسر سوسائٹیز کی حلقے تک کہ سوسائٹیز میں جذب ہو جائے۔
۱۔ اہل و در مذہبی و در دانت

قرنوں کے رو سے قبل کے نزدیک اس کائنات کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی نہیں
وہ غایت کا نتیجہ نہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ کائنات
کی سبب اس کی بنی ہوئی ہے کہ اس میں وسعت و اضافہ کی فضا ہے۔ یہ کوئی دوزخ یا
مغناطہ، غیبت و کرب و ناخوشی کا کائنات نہیں ہے۔ غالباً کائنات اپنی کمال میں
ایک جہاں تک کہ اس کا خواب دیکھ رہی ہے۔ یہ سچا اسلام ہے۔ دیاوت کا وہ کج فہم کہ
کیونکہ وہ نہ سمجھتا ہے۔ "زمان و مکان کی اس بے یار و مددگار میں یہ کیمیا ہے کہ انسان
اس کو مسخ کرے گا۔"

قرآن کا حتمی نقطہ قبل کی تفسیر کے مطابق تجویز ہے۔ اس سے روایات
کے دور میں عام مفسرین کا اختتام پیدا ہوا۔ قرآن کی روشنی میں کائنات ایک سجدہ
غائب ہے۔ کائنات کی طرف سے جو رحمت پیش ہوئی ہے۔ اس پر غائب کرنے
کی غلطی کو جس زمانہ کو سنو رہے ہیں وہ وسعت دینے کے علاوہ ہماری ہیئت
کوئی کرتی ہے۔ وہ ہم کو ساری و ردت کی ہر نیو میں خلیجوں کے قبل بنا دیتی
ہے۔ حقیقت اپنے منہ پر ہے میں جہوہ گر ہے اور انسان جہی بستی جس کو فراموش
کرنے والے ماحول میں نئی زندگی برقرار رکھنی پڑتی ہے مگر مفسرین کو نہ زندگی نہیں
کر سکتی۔ قرآن ہماری زندگی کو غیبت کے کظیم نشان دہی کرتا ہے۔ وہ اس غیبت کا
تعمیل کرنے اور اس پر توجہ پانے کے بعد ہی ایک دیرپا تمدن سکھایا جا سکتا ہے۔

علم اور مذہبی داروت -

آگے چل کر اقبال کہتے ہیں :

قرآن یہ مانتے ہوئے کہ تجرینی عقدہ نظر انسان کی دوسری زندگی کا ایک
 لازمی منہا ہے ، سنائی تجھ سے کہ دیگر تمام بیوزوں کو جس نہایت ہی حقیقت
 کے عکاس کا خدا تبار کرتا ہے جس کے تمام ہر بطن میں درخشاں میں ہر حکم
 تمام میں حقیقت خارجی کے حقائق یہ کہنے کا ایک باور - علم و ایمان
 یہ سبہ کہ جس پر نور و شہادہ باجہ سے اور جس کے نظام پر جو حاکم سے
 کے حقیقت ہوئے ہیں تمام حاصل کیا جاتا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے
 جس حقیقت سے رہ رہا ہے وہاں اصل کا جاتا ہے ہمارے
 بطن میں ہے آج کا دنیا کی ہے - آج کا انسان فطرت کی طرف متوجہ
 ہو رہا ہے اور اسے قوس پر کرنے سے متوجہ ہے کہ انسان فطرت
 سے خلق رکھتا ہے ذمہ انسانی سے فطرت کی قوتوں کو ذخیرہ کے
 ذریعہ حاصل ہو چکے ہیں ، ان سلسلہ کی تاباں تر ہو رہی ہے نہایت ہی
 نوجوانی رہا ہے ان ذریعہ کے بلکہ اس ضمن کے ساتھ ، علم و ایمان

اجتہاد

اپنے باب اور نیلے میں وہ قوم پرستی و مذہبی تشرکیت دونوں میں
 مدد کے بغیر نہیں ہیں - اس میں کسی دو مذہب کے ، لیکن ایسا مذہب جو بڑے
 تہجد کے ساتھ اختیار کیا ہو اور جو ملل قتل و دیات کے نقطہ نظر سے خود ایک طرح
 کی شریعت ہو کہ نہ کہ سنائی ہو جاوے نہ کہ بنی موجودہ شریعت میں تو ایسی
 ورنہ ہی اشتراکیت دونوں میں کہ نفستہ ، تک و نہاوار کی کئی خیالی قوتوں

سے جو انسان کی روح کو ضعیف کر دیتی ہیں اور روحانی قوت کے مرتبہوں کو خشک کر دیتی ہیں۔ جسے آپ کو وابستہ کریں۔ نہ فوٹن کی باطنیت، نہ قوم پرستی ورنہ وہ آپ کی تہہ سینٹ مایوس انسانیت کے مصلحت کا انداز کر سکتی ہیں۔

جدید علم و ارتقاء کی تجدید کی قوت ہے۔ ورنہ مذہب کی تہہ پٹن اٹل زونڈ میں نہ عقیدہ رہا۔ اس نسبت نہ مذہبیت ہے، نہ مذہب جہاد ہے، نہ مذہب ہی جو بد مذہب کو دھندلاتی ہو رہی ہے۔ مذہب کا بار بار اٹھانے کے قابل بنا سکتا ہے جو بد مذہب کی ترقی سے باز رکھتا ہو۔ مذہب ہی انسان دھپ سے وہ ذوق عقیدے کا تھا جس سے وہ اس قابل ہو سکے کہ یہاں خودی اور عقیدت کا عمل کرے اور بھیہ اس کو ہمیشہ کے لیے شہور و رہائی رکھ سکے۔

قصہ مخبر جہاد ہی سے مذہب کا جو بڑا صل ہو سکتا ہے۔ جو نہ عقیدہ ہے نہ مذہبیت ورنہ مصلحت جہاد ہے۔ جہاد جہاد ہے۔ مذہب تو یہ کہ مذہبوں کے برعکس اقبال کو رہا ہے۔ مقبول قیامت زیادہ پسند ہے :

یہ نہ کہ دیکھ دیکھ سوچنے کے لیے
کہ نادان گر پڑے سجدے میں جب قیامت آئے

قیامت میں عبادت کا درد نہ پین اور انا کے کائنات کے سامنے خودی خوار کے بقائے دوم کا درد نہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مذہبوں کو سجدوں میں زیادہ لطف ہے۔ سب سے اور یہی بلے تین وفد جہاد کی تھی کہ نہ دستار میں مسلمان سب سے میں تھی دیر یوں کرتے ہیں۔

مذہب اور عمل

مذہب کوئی کونی یا نہیں وہ ایک عکس شہور ہے جو بہ زمانے کے ہے

نہ صنفی اور نہ صہایت رکھتا ہے، یہی رشتہ کی منزل ہے جو اقبال کے نزدیک
ادنیٰ جدیت کی نل کی منزل کے بعد آتی ہے۔ الطاف حسین صاحب نے اقبال
کی زبان، سلم کے سیاسی نظام کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے :

” انسان ایک فرد یا گروہ بننا ہے جس کی ترکیب روح اور مادے
سے ہوتی ہے۔ ہندو اور وہ نظام حکومت جو محض انسان کی جسمانی
ضروریات کو پورا کر کے انسان کی نفسی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی نوع
انسانی کے نظام کے دیکھ کر وہ راستے پر گامزن ہو کر ارتقائی سیادت
سے بہ دور ہو سکتی ہے۔ اسلام دیں سیاست میں تھیں، پس یہ
رو نہیں رکھتا کہ انسان کی بنیاد پر دو عناصر کے امتزاج کا
مقتضی ہے۔ سلمی نظام حکومت بہ طوریت سے نہ ملکیت ہے
نہ امتزاجیت ہے اور نہ جماعتی انداز حکومت، ہندو سماجیت ہے
جو ان تمام کے مخالف ہے مصعب در قباح سے منفرہ ہے۔“

” صنفی پر ایک نئی نظریہ اقبال لکھتے ہیں ۔

” مذہب کو منفرد طرز ہائے کی دقتوں کو میری رائے میں بہ سودھش
بلکہ خود درجہ ہے، اس کے مذہب کا مقصد نہیں ہے نہ انسا
جیسا کہ زندگی کی حقیقت پر توجہ دیا ہے بلکہ اس کی اصل غائب ہے
زمین کی سطح پر بند تکی بند کرنے کے لیے یکم و طوفان سب کو لے لے کر
کا۔ مذہب بہت سارے ایک نیا سوچ یا نو ذہن پیدا کرنے کے
شخص کے آگے دے جو اس میں کچھ نہیں ہے اس فوٹ کو دنیا
میں حیوانیت چاہتا ہے اور اس طور پر جو کہ وہ ایک نئی دنیا کو نیست
بہت کرتا ہے ہندو سماجیت کا مخالف ہوتا ہے۔“

مذہب کو محض بعد الطبیعیات بنا دینا ایک طرح سے اس کو نشہ آور بنا دینا ہے اور اس کی لیے بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ جتنا دن ضرورت ہے تاکہ اس زمانے کی خاص ضرورتوں کے لحاظ سے مذہبی قدروں کا انکشاف ہو۔ اپنے ایک مضمون "شتم بروت" میں تبار لڈین افغانی مفتی محمد عبدالہ اور نیسویں اور نیسویں صدی کے سد کی سیر کی مہم دین کا ذکر کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں: "انہوں نے دنیا سے اس قدر پرتین مخصوص قوتوں کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت کو متحرک کر دیا:

۱۔ خلافت: علما، ہمیشہ اسلام کے یہ ایک ثابت مذہبی اصول کا رٹہ دیتے رہے مگر صدیوں کے مروجہ کے بعد خاص کر زوال بغداد کے زمانے سے وہ بے حد مدت پرست بن گئے۔ اور آزادی اجتہاد۔ ان دونوں امور میں اگر درستی نہ ہو کر ان مخالفت کرنے لگے، وہ اپنی تحریک کے جو نیسویں صدی کے مسیحی اسلام کے یہ حوصلہ افزو تھے، درحقیقت ایک بغاوت کی تھی۔ اسی بغاوت کے خلاف۔ پس نیسویں صدی کے مسیحی اسلام کا پہلا مقصد تھا کہ غلامی کی حد پر غلبہ کر جائے۔ دربر لکھنے ہوئے تجربے کی روشنی میں قیامت کی جدید تعبیر کرنے کی ضرورت حاصل کی جائے۔

۲۔ تصوف: مسکونوں پر ایک یہ تصوف مسند تھا جس نے عقائد سے تکیں بند کر رکھیں جس نے عوام کی قوت عمل کو ضعیف کر دیا تھا، ورنہ کوہ قمر کے تاج میں قتل کر رکھا تھا۔ تصوف اپنے سر میں مہر سے ہمراہ فخر و جلال کی تعبیر کی کیفیت رکھتا تھا۔ نیچے گر کر عوام کی تہمت و زاری، عوام کی سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بن گیا تھا۔ اس نے تبدیلی کی غیر محسوس طرح پر مسکونوں کی قوت عمل کو کمزور کر دیا تھا کہ مسکون مسکون کا ذات کی تہمت سے اپنے کو بے گشت کرنے کے

تھے۔ بیسویں صدی کے تعلیمین نے اس قسم کے تہذیبوں کے خلاف ڈھائی ہاتھ
 بدلیا۔ مسلمانوں کو غلبہ بدیدہ کی روک تھام کی دعوت دی۔ یہ نہیں کہ یہ مسلمان
 مادہ پرست تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اسلام کی کس روح سے آشنا ہو
 جائیں جو مادہ سے گریز کرتی ہے۔

۳۔ مملوکیت مسلمان مسلمانین کی نظر سے خدا ان کے خدا کی طرف
 ہی رہتی تھی اور اپنے ان خدا کی حفاظت کے لیے وہ اپنے ملک کو اپنے میں پس پیش
 نہیں کرتے تھے۔ مسیحیوں کے خدا کی حفاظت کے لیے وہ اپنے ملک کو اپنے میں پس پیش
 اسلام کے ان خدا کے خدا کی حفاظت کے لیے وہ اپنے ملک کو اپنے میں پس پیش

کی تہذیبی نقطہ نظر سے اسلام اور مذہب کے وسط کے متعلق میں
 میں قبیل سب سے بہتر ہے :

۱۔ مذہب کے خلاف پیدا ہوئے ہیں۔ یہی تہذیبی نقطہ نظر ہے۔
 سے انھوں نے یہی ایک مذہب کے لیے جو مذہبوں کو ان میں سے
 کو یہی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب اور مذہبوں کے فائدہ
 مذہبوں کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

مذہب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

خداوند یہ تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

کہ درویشی بھی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

مذہب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے
 مذہب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

مذہب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

مذہب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے ان کی تہذیب کے لیے

ہے بد آموزی، تو اہل دہلی کا اس کا
اور حقیقت میں نہ سجد نہ کلیب نہ گفت
ملا کا مذہب سکونی اور غدا نہ سہتہ۔ اس میں دراصل مذہب جنی ہے اور
کہ مذہب میں بڑا فرق ہے :

یا دوست، فسادک میں تکیہ مسلسل
یا خاک کی خوشی میں تکیہ و مست بات
وہ مذہب مردان خرد کا وہ مذہب است
یہ مذہب مل جل دات و شب بات
ملائییت نے مذہب کو غلامی کے تین کے مطابق ڈھال دیا ہے۔ مذہب نے
نے مذہب میں رشتہ کی تمام پہلوئیں و حیلوں کا ہزار ڈھونڈ بیٹھ کر دیا
ست ایک انسان دوسرے انسان کو۔ ایک طبقہ دوسرے طبقے کو۔ کب مذہب دوسرے
ملک کو مذہب بنا سکے، اور مذہب رخصتی برعکس ہے :

حصہ شوق میں وہ جو ات نہایت کہاں
تہ مملکتوں و تختید و زور و عظمت
خود بد سے نہیں شہرت کو بد نہیں
برائے کس درجہ نفقہ کہاں عوام سے تو نہیں
ن مذہب کا یہ مذہب ہے۔ جس پہ مذہب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے رشتہ
ملا مومن اور مومن سب مومن یہ انسان کا لہذا مذہب ہے۔ مذہب مذہب مذہب
تکلف ہے۔ مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب
خود قرآن کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ نہ اس کا وہ مذہب مذہب مذہب مذہب مذہب

قبل و اسلای تہر ایت

یہیں - گروہ مومن یہ منقہ کا نام ہے جو کہ رہنمائی ہے تو خدا کا کام ہے وہو و سیدھے
رہتے سے گم ہونا ہے۔ مومن کا یہ تمام آزادی و جبروت ہے خدا کی تعین
خدا کی دستگیری ہے :

دیں حق ز کائنات ز سر تراست
زانکہ ملا مومن کا منہ گر است
ز سر فیما کے آن مشر آن منہ دوش
دیدہ م روح لایں را در منہ دوش
نہ گاہ و کور ذوق و ہر زہ گرد
مت ز قول و نو شر منہ دوش
دین کا منہ فکر و تدبیر جہد
وین لہذا فی سبیل اللہ ف

یہ لہذا فی سبیل اللہ ف
ترک کر کے خود کے لئے کئے گئے روایات اور مباحث میں بھڑکے
ستہ جن سے کچھ حاصل نہیں :

تو درویش جس کی تکبیر پر علم شش جہات
ہو نہ روشن جس خداوند تبارک است
بن محمد مدنی یا زندہ اب و جد ہے
ہر نعمت ذات حق حق سے جد ہا میں ذات

کئے واسطے سے میں نامہ می مستمود ہے

یا مجتہد جس میں ہوں فرزند میر کے عنایت

میں کلام اللہ کے غلط حادث پر مستدر
 اُمت مٹوں گی ہے کس عینے میں نجات
 کیا مسلمانوں کے ہے کافی نہیں کس ۱۱ میں
 یہ جہات کے ترے ہائے رت و منات
 تم سے بیگانہ نہ تھو غم نہ در سے
 تامل پر رت کی جن کس کے سبب ہرگز نہ
 ہے اسی تدوین و توفیق الہی حق میں خوف تر
 جو یہ پند ہے کہ کس سے تھائے جہات
 " اہل بیت و آلہ کرم کے ہے نسل کرم کے ہیں قبول کے رت و منات
 دوسرے کو یہ بات نہیں قرار دیا ہے جن میں ساری علماء و مفکرین محدثین مشہور تھے
 ۱۱ میں یہ سب کے سب ایک مقصد یعنی حساب و نیکو کار سے نہ فرمایا۔
 تصدیق، عدل و انصاف، اہل بیت و آلہ کرم کے قبول کے مشن قرار دیا ہے۔
 میں تمام مامورین شیعہ و سنیوں کی ذمہ داریوں میں قرآن کے خلاف کلام
 باقدم پر کثرت تھی، موقوف بہت سبب ہیں بعد ایک سبب ہے کہ قرآن کے خلاف کلام
 اندس اور حدیث کی وجہ سے بددعا رہتے، باطل کی طرف جیتے ہوئے دھوکے
 کا یہ واقعہ کہ جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ ہیں تجھ کا۔

بجائے ان تمام بیانی مباحث و مسائل کے قبول کے مذہب کی تدوین
 کے خلاف دلائل کو تسلیم کیا ہے۔ ایک کتاب یا مکتبہ ہونے پر جو حق
 مارا ہو سہارا دے اسے حکمت میں غلطی نہیں دے گا۔ یہ سبب حساب و نیکو
 بہت و ساز و آداب و دولت مست
 میں دو قوت عبارت مست

ایقان اور سلامی شہزادیت

اے فتوحاتِ جہانِ ذوقِ و شوق
ایں فتوحاتِ جہانِ سحر و فوق
ہر دو نفہمِ خدا سے لایزال
مومنانِ آں جہاں است میں جلال

جو دینا میں حب زندہ رو مشورہ میں پختہ ہے اور جس اور جہاں اور جہاں
نہیں اس پر شکست ہوئی میں تو اس مقام پر تجربہ دجہانی یا نفس روحانی یا کفنی نہیں
ہے۔ اُن کی تہی تہاں ورتی جہاں دونوں سے وہ انقلاب کا بیج سننا
ہے اور یہ بیج سپا کی تہی ہے :

جہاں اس نے بھی ہمیشہ نقاب کے پردے میں ہے :

مفتی بوہڑ در قماشائے حبسماں

سیرت اور اقتدب و لیل

تسلی نہ ملے۔ وہاں تو یہ تو منہ بند تو منہ بند یہ ان کا حق و کیفیت
یہ بے سبب بن گیا۔ اوس سب سے چبے بول نہ سے یہ یہ ہوا کہ
میں اس سے اس کی شکل جتنی مانو اس کی ہمانی ٹوٹ گھسٹ گھسٹ ہو گئی
میں یہ دیکھ کر اس کی حالت کا یہ کہیں تو اس کے کہتا ہے۔

رکت و آب میں ہیں ان سے تائید کرتا ہے کہ فرشتے کیا پر جنہیں
 آپ کو دوسرے پرش ہو گا، زندہ کرنا اور تباہی و فساد کی پند ہے، اگر تو زندہ ہے
 تو مستحق ہے اور تم کو مستحق ہے تا وہ حق بھی ہے تا کہ ہماری طرف سے
 یہ کیا ہے اور وہی ہے رنج و دیندہ نہیں تا کہ سے یہ ہم کو دے اور
 نیچے صلیب کے مطابق ہے کہ اس میں ایسی تائید ہے کہ وہی کی بھی ہے کہ
 نصرت ہے اور یہاں بھی، یہی ہے کہ آپ میں کیا جہاں آپ بہر کر

اقبال اور خوشنوم

زندہ مشتاق شو، حنّٰدق شو
 ہر جو ما گیسرندہ آفتق شو
 در شکن آں را کہ ناپید زگار
 ز ضمیر خود در غم عام بسیار
 بندہ زادر آید گران
 زیستن ندر حبیان دیگران
 ہر کہ اور اوقت تخفیف نیست
 پیش و جز کا فروز تندیق نیست
 مرد حق برندہ چوں تمشیر باش
 خود بہت خوشش و تقدیر باش

تجلی جلال جس کی کیفیت معراج کی کسی ہے جس سے جو دئے سوزناک محقق
 ہے اس کا پیغام ایک و صرف ایک ہے۔ انسان بن نہایت سبکدہ :

زندگی، کبھی آرزو نگہار خود ست
 اسے کہ در قفس بے ہوشو ہا ہمہ رو
 تو فرد زندہ ترا ز مہر سنیر آمدہ
 آنچنان ز کی کہ بہ ذرّۃ رسائی پر تو

تجلی جہاں کے پیغام میں جلالی نشان ہے۔ تجلی جلال کا پیغام جوں ہے۔
 یہ لہا و لہا کی آمیزش ہے۔ ان کے باہمی ربط سے سدھ کی شہادت کی
 تکمیل ہوتی ہے۔ رات میں ساری دھند نیت مضطرب ہے ورنہ میں ساری معاش
 تن کی دنیا یعنی سرمایہ واری و بکرو سود کی دنیا کی غفلت۔ یعنی وہی کستوں سے
 سے بھی ہوتی ہے مگر اس کی اصل نئی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ فلا کے ساتھ لگا

اقطاع و در سده می بیشتر است

یعنی تبدلی انقلاب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اگرچہ میں من کی دنیا ٹھہر رہی ہے۔
 یہ جیسی غنت ہے جس میں نہ من کی دنیا باقی رہتی ہے نہ تن کی دنیا۔
 من کی دنیا بہ من کی دُنیب سوز وستی جذبِ تنو
 تن کی دُنیب بہ تن کی دُنیب سود و سود مکر و فن
 من کی دولت ہمتہ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
 تن کی دولت پھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
 من کی دُنیب میں نہ یہاں سے اقرن کی کار ج
 من کی دُنیب میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
 پتی پتی کر گئی مجھ کو مستند کی یہ بات
 تو جبکہ جب غمیکے آگے نہ من یہ نہ تن

عناصرِ اکس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجبم کا حسنِ طبیعت، عجبم کا سوزِ دُروں
ہدایتِ اسلام میں سرمایہ داروں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے
اے شیخِ امیرِ دین کو مسجد سے نکلائے
ہے نہ نمازِ دستِ محرابِ ششِ ابرو
جاوید نامہ میں قلبِ مرتضیٰ جس شہرِ مدین کا ذکر ہے، وہ بڑی حد تک ایک
روح کا سلامی، شہر کی یہ خوبیاں ہیں۔ وہاں کے باشندے ایسی زندگی بسر کرتے
ہیں جو قبل کے نزدیک اسلام کی مقصد کی تعلیم کا مقصد ہے۔ نہ کی زندگی سادہ
اور فطری ہے۔ بلکہ علم میں انہوں نے اتنی ترقی کی ہے کہ وہ سورج و ستاروں کو
گرفتار کر چکے ہیں۔ نہ نزدیک علم و ہنر کا مقصد قدرتِ حق ہے۔ وہاں نہ مادی و
روحیہ چیز کا رواج نہیں ہے۔
مرغین میں کشتہاںِ مممت کے برعکس ہمارے ہاں نہیں ہے وہ نہ دینی ستار
ہے جو بیک، سیمول، بلر و ڈکی، شمس کے یہاں بھی ملتا ہے۔ یہاں نہ
اپنی گھنٹی کا آواز ہے۔ وہاں نہ تو ہیں نہ توں، صرف وہاں سحرِ وقت کا
کا کا جھلکا، پراسیڈینٹ نہیں اور بیکاری و اندس کے ڈنکا نہیں ہے نہ نہیں ہے
جو یورپ کی سڑکیوں کا بڑا ہمارا غ ہیں۔ شہرِ مدین کی ہدایت کے حقیقت
یہاں کی ہے :

کس دریں جا سائل و تو و مہیست

عبد و مولیٰ کی کو و ممولیست

متبر مرغین میں قیامت کی رحمت میں وجہ سے ہے یہ کجگوئی کے مصداق
وہاں کائنات میں یہ ہے کہ زمین اور آسمان خود کی ملکیت ہے، نہ ان کے ہاتھ میں

قریب میں اُدھر سے یہ کہ اب ایشیا کے سدھی ممالک میں بیرونی کی مدد
رہتی ہے اور بیہواری تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں۔ اقبال نے اُن پر یہ واضح کر دیا ہے
کہ اگر انہیں اسدنی نظام نہیں باقی رکھنا ہے تو اپنے معاشی نظام کو، شترانی قیودیت
کی بنا پر نشروں دینا ہوگا۔

حق خود ارادیت

حق خود ارادیت کا اشتہار لی نظری

بدشو کیونہ نے اپنی کتاب ”حق سرفراز میں ایک جگہ لکھا ہے: ”ورسین نے
اُس سے پہلے پر سہا سال تک کام کیا، سو مختلف مقامات پر مشمنوں میں دہریوں
میں تحریکوں میں لین ہمیشہ اس پر چارہ سب سے کہ قومی خود ارادیت کے ٹھیک وہی معنی
میں ہیں کا اسے دعویٰ ہے۔ یہ قوم کو اس کا اختیار کہ وہ اپنی سب سے معاشی اور
تمدنی زندگی کی ترقی کرے۔ وہ شتر کی جمہوریت پسندوں میں سے ہے۔
کا ترقی بلکہ ترقی کا جوہر ہے کہ قومی خود ارادیت کو عوام کی زندگی کے معاشی تمدنی
یا معاشی معاشی پہلوؤں تک محدود رکھنا چاہیے۔ اور گریٹن کے دستور کو اس
سے ملتی جلتی ایک نیا بنائے تو مزدور طبقے کے ہیں، قومی جذبات سے بڑھتی
ترما ہوگا۔ یہ ہیں، قومی انقلابی تحریکات میں شاہانہ وطن پرستہ زندگیات
کو داخل کرنا ہوگا۔ لیکن ہمیشہ ضرور یہ کہ حق خود ارادیت کا مفہوم ہم سے نزدیک
یہ ہے کہ ہر قوم یا جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی قومی جماعت سے ملک اور
سبکیں۔ یہ حق کہ وہ ملک اور قومی سیاست میں سبکیں۔
مستحق کے باشندوں کی پرورش کے سیاسی و معاشی مسائل

جوشیہ نوجوان رحمت علی نے پاکستان کے مسئلے کا یہ دیا، بندہ است، نہ کہ
سیاست کا بہترین مول بن گیا ہے۔
فلسفیانہ حد تک قباہ کے لیے ایک بڑی شکل تھی۔ وہ جہزنی وطن پرستی کی نفی
کرتے آئے تھے، کس طرح وہ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ وطن کا مطالبہ کر سکتے تھے۔
اس کی توجیہ یہاں سے یہ کہ وہ وطن نہیں بلکہ نسل ایک طرح کا مرکز بنوں سمیت ہر
مکان میں واقع ہے، اور جہاں تک ملت ابھی کو رواج دینے کا امکان ہے، وہاں تک کہ ہے۔
خارجہ نسل خطبہ مد رت میں تو یہاں سے مسئلہ نہیں آتا، بلکہ انڈیا شوکھیک کے
تاریخی جہاں میں دیا وہ یہ ہے، اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں، سارا میں خود لکھا
ان اور مادہ، معبد و رہبانیت، ایک دوسرے سے حقوق طور پر ملو رہیں۔
ان کی اپنا دنیا کا مسئلہ نہیں جو کسی روضہ فی دنیا کی کوشش میں جو کہیں دہائی
ہے، اور اس کا ردی بنے۔ سر کے ایک مادہ اور روح ہے، جو زمین و آسمان قباہ
میں دیکھا ہے۔

خطبہ مد رت میں سید محمد علی احمد نے کہا ہے کہ نسل کا وہ ہے جو جہزنی
دوسرے نسل کے انسان کے تصور کو ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے جب وہ بندہ است، نہ کہ
ان خارجی نسل میں ایک معبد، مدنی ملک کے قباہ کا رت میں تو یہ مسئلہ
ان بی بی ملک کی تکمیل نہیں بلکہ مسئلہ است، نہ کہ ان کے لیے بہترین
وہاں ہے جہاں وہ اپنے مدنی و رت کی حق خود ارادیت برت سکیں۔

دو قوموں کا نظریہ

اس کے بعد وہاں سے وہ تصور و مفروضات بنتے ہیں کہ دو
قوموں کا نظریہ ہے، وہاں سب جہاں میں یہ دو ملت لڑ کر، بیٹھا رہنے کی سبب ضرور

اقبال اور سوسائٹم

وقتِ رومی - بادِ نوردیک سٹریٹینڈ میں کنی زبانیں بول جاتی ہیں، قاف
کے یہ س کی قوت اور دمی زماں کی بکھائی کے مقابل میں زیادہ
ابہ تحقیقت ہے۔ ورنہ زبان کی بکھائی تو کثرتِ دوستی اور ہوسے
بھل جانے کی جاتی ہے۔

قصہ مختصر ایک یورپی ہنریت اجتماعیہ انسانیت کی قوت اور دمی ہی زبان کے
نزدیک قومیت اور قومی خود راہیت کی جان ہے اس لحاظ سے ملک یا جغرافیہ کی
خطہ بھی دو مختلف قوت رومی رکھنے والے گروہوں کو ایک قوم نہیں بنا سکتا،
”نسل کی طرہ میں بھی قوم کی تعمیر نہیں کر سکتی، نہیں تو صرف جنگ اور ہمت
کے یہ میدان فراہم کرتی ہے یہی انسان روح فراہم کرتا ہے۔
اس مقدس جہز تعمیر میں جس کو انسانوں کا ایک گروہ، اجتماع کہتے
ہیں نسل ہی سب نچھوڑ دیتے ہیں، ہاؤی نہ عنت کی دہائی ورستے س
کے بے گمانی باندھتے ہیں۔“

آگ پل کے ریتان نے کشمیر کی سب سے قویا شے ہے۔
”قوم ایک زندہ روح ہے۔ دو چہرے جو دراصل ایک ہیں ان میں
س روحانی اصل کی شناخت نہیں ان میں سے ایک ماسی ہے دوسرے
طائفہ ان میں سے ایک تو مادوں دریا دھاروں کی یہ شہتہ بڑا
ہیں یا تو مشرب ہو دوسری بر وقت رہا مندی و رنج و ہنس ہے کہ
اور قوم بے ساختہ مدنی سب کریں اور جو مانی نصیب ہوتا ہے
مل ہے سے تو ان میں مورچہ غلوٹ رکھیں۔ دہائی مدیہ میں
کوئی کام نہیں کرتا۔ وہ دمی ترن قوم بھی مانی نہیں اور عنت کے
مکملوں مانی نہیں وہ مروت ہے۔ جہد پرستی اس سے و بھن

جائز ہے کیونکہ ہمارے بعد ہی نے ہیں وہ نایاب ہے جو ہم میں۔ شجاعت
 و مہمتی بڑے ذرا تسکوت میں مطلب ہے حقیقی فتد کی شوکت۔ اس سے
 وہ اقتصاد و سرمایہ بنتا ہے جس پر قومی تصور کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے
 ماضی میں سرگ عظیم سال میں مشہد کہ قوت ارادی باہم بڑے بڑے کاموں
 کو کر چکی اور ایسے ہی کاموں کو پھر سے کرنے کا۔ وہ ہے۔ یہی انجمن
 انسان کی تشکیل کے بنیادی شرائط ہیں۔ ہم نے اپنی رضا و رغبت سے
 حقانی قربانیاں کی ہیں مقدار و اور حقیقی منیبت برداشت کی ہے سنی شایع
 سے جو کسی سے سے محبت بھی کرتے ہیں۔ ہم اس مکان سے محبت کرتے
 ہیں جو ہم نے بنایا ہے اور جو ہم اپنے وارث کو دے جائیں گے۔
 اس پر رہے گا جن کو ہم وہ میں جو تھے۔ کہ وہ ہوں گے جو تھے۔
 ساری کے ساتھ ملک کا قومی توازن دہرتا ہے۔

پس نے خود و حقیقت کے ساتھ ایک ڈسٹر بیڈ کرتے زیر مہم اور ذرا شہت
 لیجئے میں رہیں گے کسی تصور سے ہندوستان کی سیاست میں دو قوتوں کا نظریہ
 نہ پایا ہے۔ دونوں قوتوں کا نظریہ ہندوستان کی سیاست میں جماعت کے لیے قابل
 قبول نہیں۔ ستمی نے اپنے مشنوں مارکیت و قومی مسئلہ میں قوم کی جو تحریک
 ہے وہ ذرا مختلف ہے۔ قوم کی تحریک پر نشوونما پان ہونی زمانہ مسہر نہیں
 و مہمتی زندگی اور غنیمت کی تعمیر ایک ایسی ستمی ہے جو جمعیہ سب سے ہندوستان کی حقیقت
 میں اپنے آپ کوئی نہ کرے۔

ستمی کو صراحت ہے کہ جب یہ تمام خصوصیات (زبان سرزمین معاشی
 زندگی نفسیاتی زندگی) ہیں تب ہی کوئی جمعیہ قوم کہلانے کی مستحق ہے۔ اس
 لیے ستمی نے اپنے اندر درجہ و رکنے کے اندازوں کو رد کر دیا جنہوں نے قومی کردار

آپ کا درموشی

صفات کو تو کم واحد منت زد دیا ہے۔ دراصل انہیں پہ اور باور فاضلہ نے
ربان سے ثبت فرمایا ہے اور سلطان شہان و ربان کے تصور میں
تعمد ہے۔

قبائل کا تصور قومیت، زمین کے نظریہ پر مبنی ہے اور ان کو وہ محدود سیاسی سرحدات پر منطبق کر سکتے ہیں۔ قبائل کے نزدیک زبان و سرزمین کو کسی قوم کی حویلی یا تشکیک میں بنیاد بن کر نظر نہیں آتا۔

دو قوموں کے نظریے سے ہندوستان کے کسی تعلق کا تعزیر نہیں
ہے۔ ۲۰۰ء کے خطبہ صدارت میں یوں کہا ہے:

[illegible]

” مغربی جمہوریت کا اصول ہندوستان پر زبرداری کر دہوں کی سب
تسلیم کیے بغیر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ مت سب کو
ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے
بالا حق کو نبی ہے۔“

پاکستان کا نظریہ

اسی خطبہ صدارت میں قبا نے اسلامی ہندوستان (جواب ۱) کو
پاکستان کہہ کر اس کے مزید توضیح کی ہے :

” میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ کشمیر، مدھ اور جوچستان کو
ایک ہی ریاست میں مد دیا جائے، غرض کہ ریاست مسلمانانہ
کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے۔ غرض کہ یہاں نہ تھے تو
بسا ہوا، ہے کہ وہ نہیں تو تمہاں مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو
کو ایک مسلم اسلامی ریاست، غرض کہ پڑے گی۔ سر اس میں
بجائیت کماؤنی قوت کے جب ہی زندہ رہے کتاب کو وہ ایک
مفہوم مد قے میں بنی حکومت قائم کر لے۔“

قصہ مختصر قبا کے نزدیک ہندوستان کا مسئلہ توئی نہیں مذہبی۔ توئی
ہے۔ ہندوستان میں بہت سی قومیں آباد ہیں۔ وہ ان میں سے اکثری قوموں
ہندو و مسلمان کے لیے ایک کا حق خود را دیت ضروری ہے۔

قبا کے مفود کے دیباچے کو مختصر بیان سے یہ خلاصہ کیا ہے :
” ان کے ہمارے خیال میں قبا پر میرے اپنے خیالات سے
رکھتے تھے۔ وہ بہت غریب بھی بری حسد ۱۰ کچھ در ہندوستان سے

قبال اور اسلامی اشترک

دستوری مسائل کے معاملے کے بعد سی نیچے پر پہنچا۔ یہ تجویز مسندستان کے اس اجتماعی ارادے میں وقت پر ظاہر ہوئی جو ان نڈیا مسلم لیگ کے انہور ریزویشن مابین کہ وہ عہد پر مشہور رہے پاکستان ریزویشن میں موجود ہے۔ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو پاس ہوا۔

اس ریزویشن کا تیسرا پیر یہ تھا :

”مطلے پایا کہ اس نڈیا مسلم لیگ کے اس سالہ جسے کی قطعی رائے ہے کہ کوئی دستوری ترمیم اس ملک میں اس وقت تک قابل عمل نہیں ہو سکتی جب تک اسے مدراجہ ذیل مابین متوال کی بنیاد پر متب - کیا جائے :

یہ کہ ہر بازمین مغربی کاموں کو غفلت سے روکا جائے اور مدقوں درمیانوں میں پائی سکے ساتھ ان غفلتوں کی سطحیں نشانیں جو وہ ملتے ہیں میں سکھان بجاطور ذمہ میں مندرجہ بہدوسروں کے شرمعی ورتق مدقے اور ملکوں میں جو کوئی جائیں ہیں میں نشان اٹا ہاں حمدنار اور گز درجیں۔“

یہ ریزویشن جو مسند میں آل انڈیا مسلم لیگ نے پاس کیا بڑی حد تک اس تجویز پر مبنی تھا جو قبائلی نے مسند میں اپنے خطبہ صدارت میں پیش کی تھی اور جسے مسلم لیگ نے اس وقت منظور نہیں کیا تھا۔ ذوق صرف نسبتاً زیادہ سے بنگال وراٹ کے مسندوں کے یہ ترقی میں ایک دراز دستوری مکتبہ شکیں کی صورت میں زور دیا۔

مسلم لیگ کے اس ریزویشن پر ملک کے غلوں و عرض میں بحث ہو رہی تھی کہ پاکستان اپنی رٹا بیڈری میمر کہ تار کتاب شائع ہوئی۔ پاکستان کی مخالفت یا

موفقت میں تہی تہیں لکھیں ان میں ڈاکٹر خبہ پشاد کی کتاب منقسمہ ہندوستان کے
سوانحی اور اتنے نثر در منطق استدلال کے ساتھ نہیں لکھی گئی۔

ڈاکٹر مہیڈر کے استدلال سے یہاں کوئی سروکار نہیں کیا جاتا۔ اور
ریزرویشن کے پس ہونے کے تقریباً ایک سال بعد ملک کے منت تریں حصے میں
کرپس اپنی تجویز کے آئے تو ان میں بھی مسلمانوں کے حق خود ارادیت و آزادی
کو تسلیم کیا گیا تھا جو بانو سطر پاکستان کے مٹوں کو تسلیم کرنے کے برابر تھا۔ ان
تجویز میں تسلیم کیا گیا تھا کہ اگر برطانوی ہند کا کوئی حصہ نہ دستور کو تسلیم کرنے کے
لیے تیار نہ ہو تو وہ عظیمی کی اختیار کر سکتا ہے۔ اور یہ عظیمی کی حسیہ کرنے سے
صوبوں سے برطانوی حکومت اسی طرز سے دیکھان کرے گی جیسے ہندوستان
کی یونین ہے۔

اس کے بعد جب ۱۹۴۲ء میں کانگریس جلیقی تو سب سے پہلے ہندوستان
کی جس سیاسی جماعت نے جملہ تجویزوں سے ساتھ ہندوستان کے مٹوں کو تسلیم کیا وہ
ہندوستان کی اشتراک جماعت تھی۔ ہندوستان کی جماعت مٹوں کی ناکال یہی تھی کہ
نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے 'نہیں یہ مذاقت دینی ہے۔'

یہی تھی جماعت نے تسلیم کیا ہے کہ جو سطر قومیں ہندوستان کی تھیں مغربی
شمال مشرقی سرحدیں یہاں دیں گے کا یہ حق ہے کہ وہ سینہ کھڑیں کریں اور خود مختار
ریں گے۔ ان کے غیر مسلم تہی تہی کی طرح تسلیم کرنا چاہیے۔ اس سے نہ
کڑی سے محبت سے ہارنے والے ہو گئے۔ کسی زمانے میں یہی تھی جو تھی
کانگریس ورپک کی مذہمت کی مذہبی تہی تہی کی تھی کانگریس ورپک دونوں
مل کر برطانوی حکومت سے معاہدہ کریں ملک نہ کریں۔ مسلمان قومیں کا یہ حق تہی تہی
طور پر تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ ایک ہے۔ اور یہی وہی تہی تہی کی تھی کہ وہ خود مختار ہو

قائدیں۔ پاکستانی مملکت ایک ایسی مجلس قانون ساز مرتب کرے جو پاکستان کے
حدوں کے تمام مسلم اور غیر مسلم بالغ باشندوں کی رائے کے طور کی بنیاد پر
منتخب ہو، اس کے بعد کا حصہ ہندوستان اور پاکستان کی سرحدوں کے متعلق ہے۔
ڈاکٹر بھٹ کرورین۔ سی۔ جوشی ہم خیال ہیں کہ وہ عدالتے جہاں غیر مسلموں کی اکثریت
وہ پاکستان میں شامل نہیں رہنے چاہیں۔ ڈاکٹر ایشیہ کرورین حد تک تو یہ جب تک
سکتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر بھٹ کرورین اور مسلمانوں کے ڈاکٹر گاندھی قوم ہونے کے
نہایت سے قائل ہیں لیکن ہندوستان کی ششمانی جماعت مسلمانوں کو چھ گاندھی قوم
نہیں مانتی۔ بہت سے حدی بھٹوں، سندھیوں، پنجابیوں، بنگالیوں وغیرہ کو یہ گاندھی
قومیتیں سیر کرتی ہیں۔

یہ ۹۲ء میں ہندوستان کی ششمانی جماعت کی رائے تھی ایک سال بعد جب
سے انتخابات ہو رہے تھے اور پنجاب میں کمیونسٹ پارٹی زیادہ تر کھول پر پٹی تو ج
مرکز رہن بھٹی ادھیکاروں کا ایک غنوں چھپا جو اب ایک رسالے کی صورت میں شش
ہو چکا ہے اور جسے اب ہندوستان کی ششمانی جماعت کی رائے سمجھا جاسکتا ہے۔
دھیکاروں سے قریب قریب۔ دینی بن سیم کر رہا ہے۔ مدت گورداس پور دھیکار
جہاں ہندوستان کے ضلع پٹیالہ، ناہیہ اوہیٹ سی ریاستیں جہاں، لہور، کرنال، ناہیہ
کچھ جھلے سب سے ریاست میں شامل کر لیے ہیں جس کی اصل حکومت یعنی توڑن قوت
سکھوں کے ہاتھ میں ہو گیا۔ اس کے بعد پنجاب میں مسلمانوں کی تیزی و تیزی ہو جاتی ہے۔
سکھوں میں بھی سب سے بڑی تعلیت مسلمانوں کی رہتی ہے۔ یعنی مسلمان
مہاسانی سب سے۔ سکھوں میں مسلمانوں کے ہندوستانی مسلمان۔ اور پنجاب کے
مسلمانوں میں صرف۔ دلپنڈ کی یہاں ہیں اور مہاسانی کے قریب کے ریاست
باقی رہا ہے۔

اس تقسیم پنجاب کو راجکوتیل چار یہ سنے بہت بہتے مانتا اور حال میں کانگریس نے اس کی تائید میں ایک - نیشنل یونین پاس کیا ہے۔ دھیکار کی نے وسط پنجاب کے عہد قوں کی عیندگی ورجی خود اختیار کی تائید میں یہ حق کی ہے کہ یہ تمدن کا ہوا ہے۔ وسط پنجاب کی ہوں مغربی پنجاب کی ہوں سے ذرا مختلف ہے اور گورنر کی رسم الحمد للہ یہاں رواج ہے۔

انبالہ ڈویژن میں بندوؤں کی ٹری کثرت ہے اور ان کا تمدن بھی یورپی کے باشندوں سے بہت ہے۔ مسریک کا شہر و کاریز دیویشن بھی ایک حد تک مدر اور سرحدوں کے رد و بدل کا قوں ہے وراقبل نے بھی اس کی وضاحت کر لی تھی۔ ورمل بمبئی ساری بحث یہاں کس لیے کی ہے کہ اس پس منظر میں قوں کے پڑھی جاتے جو انہوں نے شہر کے خطبہ صدارت میں دی قوں کی قوت انبالہ ور شاید بعض ایسے اضلاع کو خارج کر دینے کے بعد جن میں غیر مسلموں کی کثرت ہے یہ عہدہ رقبہ کے اعتبار سے کم اور آبادی کے لحاظ سے ور زیادہ سماں ہو جائے گا۔ ان حصوں کے خارج کر دینے کے بعد بریاست اور زیادہ منقسم ہو کے گی ور اپنے رقبے میں غیر مسلم اقلیتوں کی اور اچھی طرح حفاظت کر سکے گی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا محض ذکور کی یا قوں بنیاد پر حق خود ریت کافی بالذات ہے۔ گر پاکستان میں زمیندروں سرحدیہ وروں ور مہاجروں کے حق ہے تو اس سے کیا فائدہ ہا اشتہاریت بھی قوموں کے حق خود ریت ایک حد تک نامتی ہے کہ اس سے مزدوروں ور عوام کے حق تلف نہ ہوں ور اس سے مزدوروں کی بین قوں صف کی ایک جتنی ور تمہا دیں فرق نہ آئے سٹمان نے قوں حق خود ریت پر بحث کرتے ہوئے اپنے مضمون کی ریت اور قوں مسد میں لکھا ہے : "تمہا دیں کی ریت کی پر ریشوں کی کا سر

ہی ہیں کہ تو خود ارادیت کا حق حاصل ہے، حق خود ارادیت کا مفہوم یہ ہے
 کہ تو خود کو خور ہی اپنی قیمت کے لقمے کا حق حاصل ہے۔ کسی ور کو اس کا حق
 نہیں کہ برکت کی قوم کی زندگی میں دخل دے اس کے مدارس اور دروں کو تباہ
 کرے۔ اس کے عادت، طور کو تباہ نہیں کر دے۔ یہی سس کے معنی نہیں کہ
 تباہی نہ آئے۔ ان پر کیا نئی قوم کے ہر طور و طریق کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ کسی قوم
 کے خدات پر دستہ د کا متبادل کرنے میں وہ نہ صرف اس حد تک کسی قوم کے حق کا ساتھ
 دیں کہ وہ اپنی قسمت کا اس فیصلہ کرے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اس قوم کے
 نام و نشان و طور و رادوں کے خدات بھی سمجھان پیدا کرتی رہیں گی۔ تاکہ
 قوم کے خدات کو نئے واسے منور ہوئے کو ان و خدات و طور اور دروں سے
 نجات دے۔

پاکستان اور شترالیت

اقبال نے جناح کے نئے چہرے فطرت میں بار بار اس پر زور دیا ہے کہ خد
 توں یہ فرقہ ری بنی و پرہند وستان کے نام مغربا نشین مسلمانوں کا کوئی
 متعلق نہیں جب تک کہ معاشی و تمدنی کے لیے بھی مستعد ہو نہ یا جاسکے ان
 میں سے کسی ایک کا نام تو بہت بہت اہم ہے جس میں وہ لکھتے ہیں :
 "اس کو باغ و خرم و عقیدہ کرنا پرش کا کہ اس میں سے ملے، ملے ملے
 ان کے اندر رہتے گی یہ مسلم عوام کی جنہوں نے اب یہاں تک پہنچا ہے
 کہ ان کے دوس نہیں رہے۔ یہ ذاتی نہیں یہ سب کوئی نظریہ تو وسط
 مسلمانانہ معاشی حالت کی جہتی کی امید نہ دلنے وہ ہمارے
 عوام کو بنی و فرتوجہ دیکھ سکتی۔"

تہاں سے منہ پھرتے ہیں :

نئے دستور کے تحت، عملی خدمات، اعلیٰ طبقے کے لوگوں کے
فوائد کے لیے مختصر میں ہو جاتی ہیں۔ کم تر خدمات و وزراء کے
دوستوں اور عزیزوں کو ملتی ہیں۔ دوسرے طور پر بھی بہت
سیاسی اداروں نے عامہ ریپبلکنوں کی حالت سدھارنے
کا خیال کیا ہے۔ لیکن یہ روٹن ماسکوں میں ہیں۔ بہت جلد
ہست۔ لیکن اب یہ محسوس کر رہا ہے کہ بدستور دور سے وہ
ہست سے بہت بڑا جبار ہے۔ عام طور پر یہ تصور ہے کہ اس کی
کابالت بہت زیادہ ہو گاری یا سرمایہ داروں سے یہ باتیں
اچھی سے روک نہیں ہو کہ بیرونی حکومت بھی اس کی بہت بڑی
دور رہتے لیکن یہ احساس پیدا ہو کے رہتا ہے۔

جو رمل بنو کنوہ کی مشترکیت مسلمانوں میں چیدر مشہور نہ ہوگی اس لیے سوں پر ہے کہ سوں کی غایت و غرض سے سوں کو یوں حاصل کیا جائے۔ یگ کے پورے مفقود ۱۵ اور دہر ۱۵ کے مفقود ۱۵ پر ہے۔ اگر یہ سوں کی غایت و غرض سے تو مجھے یقین ہے کہ مسعودی کی کتاب سے اس سے زیادہ خوش قسمت سے اس سے حاصل کیا خون سہ کے غایت و غرض سے سورت کی کتاب میں اس کی غایت و غرض سے

قانونِ سلام سے رہنے اور فحشاء سے بچنے کے لیے

بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ سب تو بڑے بڑے لوگ ہیں، ان کی بات کو کیوں نہ مانیں؟



اقبال اوسو شکریم

مودودیت کے حوالے سے

ہمارے ملک میں سیاسی اور نظریاتی بحثوں کا ماحول محبوں پر نہیں
 بہت رہا ہے۔ لیکن ان ضمن میں جس طرح کی بحثیں ہوئی ہیں ان سے
 بیشتر اثرات منفی رہے ہیں۔ اس کی بنیاد پر ہماری تحریک آزادی کی تاریخ
 میں جتنے محبوں نے لکھے ہیں ان کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ ہماری تحریکوں
 میں اب اس سے بھرپور حصہ لے رہے ہیں، مگر جس طبقے کے تحریکات ہیں
 اس وقت ان میں بہت کم کامیابی ہے۔ اس کے پاس نہ تحقیق
 و جانچ، نہ انکشاف، نہ اقلیت سے قیادت کرنے کا دماغ ہے و
 نہ، بیشک ملک کے عوام کے مسائل کے بارے میں درست فہم و دیکھنا۔

یہی سیاق و روافد قومی مسائل کے سلسلے میں کچھ بھی کر نہیں اور میں ان سے یہ توقع کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو ملکیاتی و مذہبی مسائل یہ دونوں ملک پاکستان کی آزادی، خود مختاری، یکجہتی و یکپارہگی قومی مسائل، سیاسی اور تہذیبی بنیاد کے خلاف عمل کر رہے ہیں وہ پاکستانی قوم کا حلیہ بددینی سے عمت خرد وہ ہو گئی ہیں اور رشتہ زار نے ان پر نسبت کی ہے: ہر مدت کے ساتھ قوم کے طور پر کلمے کر رہے ہیں تاکہ ان کو حقائق سے بے خبر نہ کیوں اور کچھ بقی میں جھجھک و قناعت سے بھیجنا کچھ خدائے سے روک دیں۔ ان کے ذہن سے پاکستان کی نظریاتی اساس کو بھی نکال کر دیں۔

یہ پاکستان کی نظریاتی اساس، جیسا کہ ہم جانتے ہیں اس اصول جدوجہد کے دور میں سنہیل پذیر ہوئی جو بزرگ فہم مند کے مسلمانوں نے کلمے و سوچوں میں مغرب کی استعماری طاقتوں اور ان کے کلمے و مشقوں کے خلاف جاری رکھی ہے۔ یہی وہ ہماری قریب زاری کے سبھی غیور علمبرداروں نے اس نظریاتی اساس کے اصول کو سب سے فکر و خیالات کا موضوع بنایا ہے۔ یہی بنی حقیقت ہے کہ ان کے خیالات میں حیات و وہ شعور کی صورت میں ہر یہ قدر کے خطبات، خطوط اور دوسری نظریاتی تحریروں کی مثال میں ہر پاکستان کی آزادی و ملکیت کی نظریاتی اساس اپنی مکمل ترین شکل میں موجود ہے۔

علماء کے علم میں اس نظریاتی اساس کے اصول و تفصیل، متعلقات و اثرات سب شامل ہیں۔ یہی ہے کہ علمبردارانِ آزادی و آزادی جموں و کشمیر میں ان کے اچھٹے دلی نظریہ کو پاکستان کی نظریاتی اساس کا مستقیم سہم لگتے تھے۔ وہ ان قاعدہ کلیہ پر عمل کرتے ہوئے بہت دیر زمانے کے قومی ورثے، قانونی مسائل، تاریخی و معاشرتی و معاشی مسائل کا مطالعہ کرتے تھے و مسلمانوں کے یہاں انہیں ہر ممکنہ سہم

یہ پیرائی تھوڑی سی تھی۔ مگر اس سے عہدہ پر ہونے کے بعد اس نے اسے مقصد و
حق کا حق کر کے رکھ دیا۔ ان کا بیان تھا کہ قرآن مجید میں درویشوں کی حاکمیت کا
ایسا تذکرہ ہے کہ وہ اپنے اپنے وقتوں کے لیے اور تمام ان کے لیے
درویشوں کے مقاصد کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے

مورد ویت کا نصب نہیں ہے۔ یہ وہ نہیں ہے جو عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
سامنے رکھ دیا۔ یہ عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے
درویشوں کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے عہدہ کے لیے

آج مودودیت کا پر ابریس ایڑی چوٹی کا زور رکھ کر سینے کی محبت پاکستان
اور محبت قہار و مودیت قہار شہادت کر رہے ہیں ہوا سیتہ یکن کی ساری
کوششیں پاکستانی عوام کے ذہن سے مذکورہ کتاب کا ایک حرف بھی مٹا نہیں سکتی
ہیں کے ۲۰ صفحات کی باب باب سطر بالستان دشمنی کی گواہی دے رہی
ہے۔

پاکستان قہار و مودیت۔ سے قہار ہونے پائیں برس ہو چکے ہیں۔
بندہ دستہ کی طرف سے ساری دوستیں اور ہیں، اقوامی، ستمنا کی ساری
سازشیں، اس ملک کو نہیں مٹائیں اور یہ بھی مٹا دیں گے۔ مودودی صاحب رکھتی
فیڈریشن اور کانفیڈریشن کی کچھ اور جوان کی سمدیں اور موجودہ سیاسی کشمکش کے لیے
ورڈو میرے حصے میں نہیں ہے، خود بخود سے خود بخود جہالت میں نہیں
رہتے رہیں اور ان کے حوریں میں پاکستان دشمن منصوبے کی تردید و شائبہ
کرتے ہیں، پاکستان کی آزاد اور خود مختار حیثیت کو افضل تعدیل کوئی نقصان
نہیں پہنچا سکتا۔

اقبال کے عہد کا شریکستان کے مسلمانوں کے شعور پر اتنا کچھ نہیں ہے
کسی تیز و خطرناک تصوفی کی تحریروں سے منہ ل ہو جاتے، چوسے وہ صوفی پشاپ
کوئی بڑا عالم دین کیوں نہ سمجھے۔ ابو ظہبی نے اس سلسلے میں کیا تیار کیا
رہا کہ تانی نور، ابو اسعد، آزاد کے ایک زلزلہ برداشت کرنے کی تاب نہ پاسے۔

تھیکے کچھ برسوں سے مودودیت کا انداز تھا قہار سے دور رہنے کی
وٹنٹ پر تھا ہوا ہے۔ عہد مرنے قرآن مجید کی روشنی میں جدید و سبکی کی
کوشش کا تجزیہ اور پاکستان کی آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کا دستور پیش
اس سے آگے بڑھ کر نہیں سنا اس میں لائق عبادت کی کتاب کا بھی قرآن مجید کی

رہنمائی میں تجزیہ کیا اور پاکستان کے لیے درمناظر سام کے لیے ایک
سدنی بہت بنامیہ کا پیش کیا جس میں وہ طبقہ قس قس کا ایک ایسا عمل ہمارے
سامنے۔ اے جو قرآنی اور سدنی ہوتے ہوئے جدید زمانے کے مخصوص طرقت
کا سامہ کر کے یہی حل عذرا کا سب سے بڑا اجتہاد ہے۔ اور اس اجتہاد کی سن کے
لیے مودودیت کی ساری کوششیں آج کل صرف ہو رہی ہیں۔

مودودیت کی عابر سبب دو دو اور اس کی طرف سے پاکستانی مسلمانوں کی
تکونل پیمانے پر تحفہ کی وجہ سے بہ کہ آج کا مسلمان ملامہ آہاں کے سنجہ کی
ازہاد کو عمل ضرورت دینے کے لیے ایک ہمدیہ تحریک کی ضرورت میں میدان میں تر
آیا ہے۔ مسلمانوں کی ساری تحریک کا رد عمل بھی مودودیت کی طرف سے وہی
ہو رہا ہے جو پاکستان قائم کرنے کی تحریک کے زمانے میں ہو تھا یعنی مودودیت
مذہب فرستہ شاق نامہ دے دیا اور مسلمانوں کو اپنی ہمارے سے ۱۹۹۹ کو
دشمن سدنی بن کر دو۔

مودودیت کی طرف سے اس کا فوہ رشتہ بن کر کہ صرف وہ رشتہ میں جو
خاتمہ آہاں کے تقیم میں ہو سکتے ہیں کہ سدنی مسیحیت بنامیہ میں۔ یہاں درستی۔
یہاں درستی اور سامان کی سستی کی کوئی پست نہیں۔ یہاں یہ کہ یہ زمانے کی
ہیں۔ تو ان طبقہ قس قس میں سدنی کی حیثیت بھی ایک فنو کے سوشلزم کی ہے
جیسا کہ انہوں نے خود جو فیہ سبب بن کے ہاں ایک خدیج بنامیہ ہمدیہ کہ

”ہم کے لیے سوتل ڈیو کر“ کی کوئی موزوں شکل میں ڈ
سدنی کے قانونی ضرورتوں کی مطابقت میں قبروں کو بنیادوں انقلاب
سبب ہمدیہ سدنی کی ساری کی طرف رجوع رہا ہے۔“
یہی کہ انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ایک شکل میں تجھ کو ہمدیہ کہ

اگر با ستریزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل رہا جاسکے، تو
 بالستریزم اسلام کے بہت ہی قریب آجاتا ہے۔
 جیسا کہ علامہ نے سرفرائس نیگ ہینڈ کے نام لکھے خط میں لکھا
 علامہ کے سنی مکتبہ کے خیالات سے متاثر ہو کر قائد غلط کرنے پاکستانی عیت
 لی بنیاد کو، سدھی سوشرزم کا نام دیا تھا۔ ۱۹۴۳ء میں میں نے پاکستان کے
 ائندہ سیاسی ڈھانچے کے متعلق وضع شدہ خط میں فرمایا تھا کہ:

” یہ ایک عربی حکومت ہوگی۔ ور یہاں میں جو تیسہ دروں اور
 سرمایہ دروں کو ایک تہیہ کر دوں، جو ہمارے ذریعہ ایک
 اسے نظام کے دیکھنے سے بچیں پچاس برس میں، جو اس درجہ
 اس درجہ قلعہ ہے اور اس نے نہیں اس درجہ خود غرض بنایا
 ہے کہ اس کے ساتھ قلعہ کوئی بات کرنا بھی ہو گیا ہے۔ عوام
 کی نوٹ کھٹوت کے خون میں شامل ہوئے ہیں۔ انہوں نے سب
 کے پر ہندو ہے ہیں عرض در خود غرضی نے ان دونوں کو اس بات
 پر مائل کر رکھا ہے کہ دوسروں کے مفادات کو اپنے مفادات کا طعن
 نہ کر سکتے ہوئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ آج جو ہندو نہیں ہیں
 گاؤں میں کیا ہوں۔ وہاں رکھیں کر دوں، اندو میں ہر عوام میں
 کو دس میں ایک وقت کی۔ وہ سب سب سے کیا ہی تہیہ ہے۔
 کیا یہی پاکستان کا مقصد ہے؟ یا نہ ہو کر
 کے ہو کر رکھیں کر دوں عوام کو وہاں یا سب سے ور نہیں ایک وقت کی
 وہاں بھی خلیب نہیں ہے؟ اگر پاکستان کا یہی مقصد ہے تو میں
 اس کے حق میں نہیں ہوں۔ گریہ لوگ، سرمایہ دار اور جگہ در غرض

آج کل اور سوشلزم۔ موز و دیت کے جس سے

میں تو نہیں زندگی کے جدید حالات کے ساتھ اسے آپ کا ٹہنگ
کرنا ہو گا۔ اگر وہ یہاں کر سکتے تو اس کا فائدہ ہی ماننا ہے۔ ہم اس کی
کوئی مدد نہیں کریں گے۔" (آل انڈیا سول لیگ، دہلی سیشن ۱۹۳۳ء)
آج کل موز و دیتی ٹیاں اور مذہب ٹکر کے مانند سے نو جوانوں کی نئی تحریک کے
عزم و ہمت کی سے ٹکرا کر اس پر ایک نئے نئے زور سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ کبھی وہ
یہ کہتے ہیں کہ "سول سوشلزم کی ترکیب صرف اس وقت کیونکہ سول کے ساتھ کسی چیز
کا پوند نہیں کیا جاسکتا، جیسے قائد اعظم کی ترکیب کو استعماریوں نے سے یہ دیکھ سکتے
تھے کہ سول کی پائیزگی کو کس پوند سے تھوڑ کرے۔ قائد اعظم پر اس نئے حملے کے ساتھ
ساتھ وہ یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ سوشلزم کی اس دہریت اور مادیت کے فلسفے
پر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ موز و دیت مفلس معاشروں کی اقتصادی بنیاد کا نام نہیں ہے۔
بلکہ سوشلسٹ معاشرہ دہریت کا بھی علمبردار ہوتا ہے بلکہ وہ اس حد تک جہالت ہے
کہ سوشلزم کا مطلب ہی دہریت بنانے میں اور اس طرح علم کو دہرےوں کی نئی
تحریک کے خلاف جہالت ہے۔

چہرہ یوں استمداد بناتے ہیں کہ سوشلزم دور میں سرمایہ داری کی خدا کا نام
نہیں ہے بلکہ۔ تو سول اقتصادی نظام کی ضد ہے۔ اور ان کے قلوب و فہم کے حقیقی
اموالی اقتصادی نظام سرمایہ داری کی نفی کی ایک شکل ہے۔ اس میں وہ سرمایہ داری
کو سول کے علم میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس موز و دیت مہینست
کو سول کے نام پر پاکستان اور پاکستانی قوم پر سطر رکھ دیتے ہیں۔

حقیقت اس یہ ہے اور اس حقیقت اس سے موز و دیتی مذہب ٹکر کے ٹکر
علم کو سول نہ رکھتا ہے بلکہ اس میں کہ سوشلزم بنیادی طور پر اس طرح ٹکر کا نام ہے جو د
تجربے کے ہیں حقیقت میں جماع کو دہرے پر فوقیت دیتا ہے اور فرد کی فلاح و بہبود

قیال و رہنمائی

کو بھارت سے کہ نہاد و بہبود کا مجز قر و دے کو عیشت کا نظم و ضبط ترتیب دیتا ہے۔
سو شعراء کے خونِ مہنی بتما عیشت کے ہیں وراں کار کفر ہی نکتہ دہی سچ جو مہمہ لبان
کے اس شعر میں نہاد بہبود ہے۔

فرد تو کم رحمت سے بہت تہنہ کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور پیمان دیا کچھ نہیں
جسے جلتے ہو دو دی صاحب کی قبل دوستی کا تذکرہ ہو جو سے ہو دی
نیاں سے جو شو شستوں پر تو یہ اور رہا ہے نہیں تجھ سے کہ تہنہ تہنہ سے صاحب
کرنی شست کی سکن کبھی ہے کربان میں منڈوں کو نہیں دیتے کہ عینہ یہ بڑا
پر بھی درد تو ہے۔ عذرا کہ اس شعر کو زور دی صاحب نے تہنہ سے عذرا کہ

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

کے سامنے سدھ کی نقاب ذہن تعلیم کو پیش کرتی ہے جس کا لب لباب
ہے کہ تم نے تمہاری ویرانی کا تو خوب کیا لیکن اس کا بچاؤ پہلو
نقطہ سدھ پر کرنا ہے۔ مگر درحقیقت ہی تہذیب پیدا کرنا ہے
جو تو مغرب کی جانب مت رجھو۔ اس عقیدہ پر مہارت میں تمہارے
رہنما میں رہنے پاؤ گے۔ یہ مغرب لانے والا نہیں بڑھ سکا
وہ مادیت کے بابوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ یہاں زندگی کا
یہ قد فاضل کی طرف اور دور۔ ثبات کی طرف ہے۔ اگر مذہب
نقدیہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو وقت بہت کم ہے کہ تم ثبات کی طرف
جاؤ گے

گنہ شداد نہ رہیں وہیں سونے کی دیر نہیں دیکھیں
کہ وہ ہر نام نہاد کی طرف سے گنہگار ہے
وہ کہہ رہا ہے جو پسند آتا ہے وہ بات یہی کہہ رہا ہے
جس نقاب ذہن پر قائم رہتے ہو اس کا سلیقہ کیا کو سب سے پہلے
آں سے رہا ہے کہ وہ قیہ دیر سہری۔ اسے وقت بوسہ کرنے
بجائے کر کے سدھ کے یہاں جیسے کہ تین حیات بنایا ہے۔ گزرتی ہوئی
جستے کو بھی یاد رہے اس دوسرے وقت کی بجائے بوسے۔ کہ جس عہد تو
وہ سنس کر رہا ہے وہ سرمد کی حقائق ہیں۔ وہ کسی خاص وقت کا جہاز
نہیں۔ اس میں تو بڑے آتن پیدا ہوئے۔ وہ پادشہ پور کے
قد ہوئی رہتی ہیں۔ ان میں بھی ایک سدھ ایک ہی حقیقت ہے
جو انہوں سے بھی دور ہے اور زمانہ و مکان سے بھی۔ خود
وہ اسے مسلاؤں کو آکاہہ کر دیا تھا کہ تم اس آئینے کے پابند نہ ہو

نہ اسے دوسروں کے حوالے کر دیا جائے گا تو اسے مجزویت

بنائیں گے۔“ (فکر ابان، صفحہ ۱۶۶-۱۶۹)

اسدنی سوشلزم کا وہ سوشلزم ہے الٹا کی طرف جانے کا عدل ہے۔ اس
اسدنی پر ورعوں میں اس کی حایہ مقبولیت کے مظاہرے پر موزوں دی مذہب فکر
کے فائدے سے اس قدر بوجھد کئے ہیں کہ انہوں نے ہر اس شخص کی زبان سے
کھینچ لیتے کا عزم کر لیا ہے جو پاکستان میں سوشلزم کا نام لے۔

اس نئی موزوں تحریک کا ایک پہلو بہت مضحکہ خیز ہے۔ وہ۔ بتوں
کے کلام میں تحریف اور تاویل۔ اس کی چند مثالیں مد خط ہوں :

سید اسد گیلانی چٹان کے ۲ تا ۸ جون ۱۹۶۹ء کے پرچہ میں قبائلی کے خواتین
رتقار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آغا ز میں قبائل سوشلزم کے حق میں تھے۔ اس کے
ثبوت میں گیلانی صاحب ضرب کلیم کی نظم "شرکت" اور ارمان محمد زکی غصہ
"بیس کی مجلس شوریٰ" کا حوالہ دیتے ہیں۔ در یہ نہیں سوچتے کہ مد تمہ کی یہ غلیں ان کی
زندگی کے "خوبی دور کی بدواریں" اور بعد میں اس سے متفقہ ہو گئے۔ موزوں مذکور
صورت تان کے ثبوت میں گیلانی صاحب ضرب کلیم کی نظم کا حوالہ دیتے ہیں
جو شریعت دان غم کے نور بعد رکھی گئی ہے اور جس کا عنوان "کارں و کسں کی
آواز ہے۔" نظم کے عنوان ہی سے ظہر ہر سہ کہ کارں و کسں غم طلب نہیں بلکہ
تمکلم ہے اور سرمایہ داری کے معاشی حکیموں کو غصہ برکے سے کہہ رہے ہیں۔

یہ غم و شکست کی مہر بازی یہ بحث و فکر کی نمائش
نہیں ہے دنیا کو بکورا لانے افکار کی نمائش
ترقی نابلوں میں سے حکیم معاش رکھتی ہے آخر
خطوط غم کی نمائش مزید کہہ رہی نمائش

ابن اشراف بنو دینار سے

بہان مغربے تہذیبوں میں عیادوں میں مذہبوں میں
ہوئی کھربزوں چھپتی ہیں عقل عباد کے فاسد
اس کے پاس میں گمانی صاحب یوں تاویل فرما میں کہ چنانچہ اقبال کے قلب
مردشتی نے جہد ہی اس گمان کے پاس میں فیصلہ دینے پر مجبور کر دیا۔ اور کہنے
سب مذہب کا ہاتھ میں یہ ہے کہ اس سے مخاطب ہو کر کہنا
ہاں جبریل کی مشہور غم میں خند کے حضور میں کی، دلیل فرماتے ہوئے ان تمام
نہوں کو کہیں مسئلہ سرمایہ داروں کے معروف مذہب سے قرار دیتے ہیں اور جن کا
پردہ پاک کرنے کے یہ ہیں مذہب کے حضور میں بہت جہد، ان سب کو گیدانی صاحب
سوتلو کے بیٹے میں ڈال دیتے ہیں یعنی قبول و عدم و یوں کے پاس میں بین کی
زبان سے کہہ رہا ہے کہ بیٹے میں ہو دیتے ہیں حلیہ مسرت کی گیدانی صاحب
مذہب میں کہ قبائل میں مصر کے میں بین کی زبان سے سوتلو پر ہنس کر دنا جا رہے تھے۔
شعبہ قبائل بہ درشتہ مذہب موڈو دی کہ برد۔

اسی طرح گیدانی صاحب قبائل کے مذہب کو شکر نہ جھپٹتے
میں جس میں کیا ہے کہ طرق کو کہیں میں بھی ڈبی جیلے ہیں پرویزوں تا
یہ تعریف و ساری ڈکٹیٹر شپ کے بارے میں میں مذہب کے میڈیٹیشن کے لیے
پارل کے بارے میں تھا جس کی پرویز کی کا ترجمہ انہوں کو اس وقت ہوا جب وہ
مؤید میں کانڈیشن میں شریک ہوتے کے یہ مذہب نہ ہفت سے گئے تھے، ہاں جبریل
کی جس غل کا یہ سند ہے اس پر کافی موٹے غفلتوں میں ہوا ہے کہ وہ مذہب میں بکھے
گئے تھے۔

بکھے دناں سے موڈو دی مذہب لکھ کے مذہب سے پناہ زور میں بات
مذہب کے ہتھ میں اس طرح ثابت کیا کہ مذہب کی مذہبوں کے مذہب کے مذہب کے

طرح بھی سوسائزم کے حق میں کھڑی ثابت کی جا سکتی ہے۔ وہ اس حد تک تو ہمارے
ساتھ اتفاق کرنے پر خامد ہو جاتے ہیں کہ علامہ اقبال سرما بدلیں، جاگیر دیں
اور سامراج کے دشمن تھے لیکن اس کے مزوٹ کو تسلیم کرنے سے گار کرتے ہیں۔
یعنی یہ کہ اس سرمایہ دار مانی جگہ داری اور سامراج دشمنی کی بدولت وہ سوشلسٹ انقلاب
کے بھی حامی تھے۔ جس نے ان طاقتوں کے خدشہ ہمارے زمانے کا سب سے بڑا
جہاد کیا، باکو ارکو نہیں نے ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی حمایت میں شعار لکھے تھے یا
یہ کہا تھا کہ باسوزم میں خدا کی بستی کے آھو کو تامل کر لینے سے وہ خدا کے
بہت نزدیک آجاتا ہے۔ "نظرہ" "بین خدائے خور میں" "بس چوبید کر"
"شتر اکیٹ جیسے تھے بے مٹاں" یہ حضرات یقیناً سوشلسٹ قریب دوست ہیں جن میں کئی
سے بھی سوسائزم کی حمایت کا کافی پتہ نظر آتا ہے۔

کچھ ان سے ہماری بعض کمیونٹیز سوشلسٹ فوجیوں، ریف و عرف
سے مدد کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جن صحافیوں کا رہنما
"سوسائزم کی نئی پسند" ان کے مرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے عدالت میں ہے۔
دوسرے مغرب میں سوسائزم کی نئی نظریہ پاکستان میں سامنے ہے۔ یعنی جو شخص سوسائزم
کا حامی ہے وہ نظریہ پاکستان کا مخالف ہے۔

بغیب بات یہ ہے کہ سوسائزم کے حامیوں میں پاکستان کے بہت سے
رہنما جانتے ہیں۔ انہیں اور ناند ٹھکانے جو کچھ دیا ہے وہ تو میں کو پر بہن کو
آیا ہوں لیکن اس قاعدہ علیہ کو بدلیں گے۔ سوشلسٹ دشمن حسرت سسٹم کو رہتے
ہیں یہ سبھی تھکیں میں شمال سیاسی بیٹوں پرانہ، جو نے قوموں نے مودادوں
جو امت کے شہید ہی کو سیاسی رہنما پاکستان ڈن نے ہمارے پیک کے۔
وہ انفرادی جھڑور، جہاں ان کا تو کس ضمن میں، لیکن ان کی لایا صل ہے

توں اور خوشنود - موڈور دیتے دے سے

یہاں دوست و قریب کا قہر ہے کہ ان دور مہماؤں پر۔
لیکن یہ وہ ہیں مہماؤں کے بارے میں دیکھیں گے جن کو سب سے
نے مدد کی ہو نظر کو اپنے جدید مشورے زینت بنایا ہے۔ کوئی سب سے
گے ہیں ۵۰۰ ۵۰۰ کے قہر میں اپنے قابل غور میں مدد کی ہو
کو پاکستان کی صفت میں نماندہ گے کا مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
سکتے تھے اور ان کی مدد میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
قصور کی دل خفاں و غور کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں
سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
جہاں یہاں جو سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔
سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
نہی یا سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں
رکھنا تھا۔

آپ نے ذرا قبل و سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
اتحاد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو
بارے میں سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔

نہی یا سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں
ہیں ایک دو مہماؤں کی مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔

نہی یا سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں
سب سے مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو۔ قہر میں مدد کی ہو

کو رہا بارہوی محنت کیوں سے ماب تر فائدہ حاصل کرنے کی بدولت
صورت ہے جس سے جو زکا از دے، اوصاف کوئی پہنچ نہیں سکتا۔
نہیں جسے جسم و شمس کہنا جائیے ہر قسم کی سوشلزم اور کمیونزم سے
ان کے عقائد نے رکھا ہے کہ زمین خدا کی پیدا کی ہوئی ہے اور
اس کی تقیفت ہو اور پانی کی سی ہے جس پر کس کی کوئی تقیفت نہیں ہے۔
(ان قبائل سے)

عصر قبل زمین کے معاملے میں قومی ملکیت کے قائل ہیں۔
یہ نظریہ ان ندر فرشتوں سے، کھوسٹ بنی فٹو کا سب سے ہے و
محنت کشوں کے لیے تقدیر بد بختی کی ترکیب ہے۔ اس میں
کرن تک نہیں کہ عصر قبل شترائیت کے قائل معاشی ملو و سے
اعداق رائے رکھتے تھے۔ سو اس کے کوئی نظریہ جدید نے نہ
کے دس دو شاخ پر بنط عقیدہ مسلط کر دیا ہے کہ تمام زندگی مادی
اسباب کی عادی نہ یا مساویانہ تقسیم سے فراغ یا ترقی حاصل کر سکتی
ہے۔ عصر قبل سانی زندگی کا مقصد دھماں ترقی نہیں بلکہ روحانی
ترقی سمجھنے میں۔ روح سانی آب و گل کی پیداوار نہیں اور اس کے
یہ آب و گل میں پھین کر رہ جاتا ہے غایت حیات سے بیکار کر دیتا
ہے عصر کے نزدیک شترائیت نے قدیم غلطیوں اور دروں
کی تخریب کا کام بہت کامیاب سے کیا ہے جس مذہب کی اس نے تخریب
کی وہ تو بل تسمیہ ہی تھا۔ اس نے سلطان اور امیری اور برہانہ داری
کا نام دیا اور بہت حجاب کیا۔ کیونکہ ان طریقوں نے مل کر انسان کا
درجہ حیرتوں سے بھی نیچے کر دیا تھا۔ اس شترائیت نے کچھ کام تیری

سنان کھینچ پرتے ہوئے ہیں اور ہمیں نظر نہ پڑا سنان کے فحش آثار و سبب
 ہیں۔ ان شہرت کا جھوٹا پیکر کے پاس میں کیا نیا سبب ہا
 علامہ آباں کے فرزند رہن ڈاکٹر صاحب وید آباں علامہ کے بارے میں پرمیہ
 ابن ماری کی کتاب "بیم یلر دملک" میں تبریز کے بہت قابل معروضہ دستے میں۔
 اس کتاب کے چند اقتباسات، اس موضوع پر مدتشہ ہوں :

روان اشتہار کے مدثرہ ادا کے لیے پورے بیاض منہ مجھے
 تھے درعدہ ملک و دس میہ میں۔ سب سے کہ روس کی منزل کا
 سے کے برعکس کچن میں کو تہوں کے سے علامہ فرانسس ایک سبب کو
 انہوں نے ایک اہل خدا کو دستوز میں خدا کا کیا خدا کے سادہ
 موجب ہے۔ میں وہ سب سے کہ انہوں نے اپنی ایک اخلاقی تعلیم
 کی زبان کے کہہ دی ہے۔ "انست"

بہاں دونوں متقابل ملک توں رہا وید داری اور سوسٹوار کے
 ان تھے غرض قبل کے سبب کی مرچا کافی تو زتھا و دہ دونوں
 لوگوں کو کر کے۔ اس صاحب جان جس کے لیے سبب سے "انست"
 کے کافی شرم مل گئے ایک خدا پرست سرشور میں انہوں نے پر تو
 (جو جو میں میں دہر رہ رہا میں کے متفاد حق) تو غنا نظر نہ
 محبت خدا کا قدیم شہر ہے۔ یہ حق کہ میں نہ کی سبب اور
 کے انہوں نے کی مادی میں کی بلکہ موثر ہے اسباب سے کہ
 جو بزرگانی کے خلاف ہے۔ "مست"

مغرض وہ پتہ کیا رہا کے خدا پر شہرہ و دہرہ سے انہوں نے سبب
 میں کی شہرت کے موجد بن گئے بھی انہوں نے تو یہی طرف نکلی۔

اس سے حال دار کس کی شدید اہمیت کو سطر کیوں کی جھوٹ سی است
ساری انیا میں بھول ہی تغیر میں ہی رہے کہ فہاں کے دوسری غلطیہ
کے ساتھ اپنے آپ کو تو نہاں ذکر کے لئے "انستہ"

پاکستان کے سوشلسٹ نوجوان ہیں ان کو تو کے خلاف رکھتے ہیں۔ کی
ن و حرج کو کر تھیں جنہیں ڈکٹہ ماو دیکھ کر نہاں مل سب نہ پاکستان دشمن نہ
اسلام دشمن تو رہیں گے ہ

سب ایک ہ مشورہ دینا تو دیکھتے شیشی نمبر رفاقت میں
"تہاں دس کیوزم کے لہجہ کی بات سے نہاں خاتون کے یہی وہ

مہر زوکی ن کو شستوں کو بہت بہت تھیں سہ کوزم موہاں
کے مہنت حق کے درمیان نہاں کو دیکھتے حق رقی پسند
مہنتیں کے اندر نہاں بہت سہ تھیں نہاں نہاں نہاں نہاں

عدو مسابرت کے نہاں بڑی بڑی عین عین عین عین عین
"اعتدال سے نہاں وہ بہت سہاں مسابرت میں سب سے
پہلے دیب میں جنوں سے دوسری تھیں نہاں نہاں نہاں نہاں

کیے حقیقت تو یہ ہے کہ نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں
نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں
سے نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں

پر پہنچا ہستہ نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں
تہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں
تہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں

نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں
نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں نہاں

کے معدن کی شہابی کا ایک بڑا اور مرغوب طبعان شمش دریا میں
مستک دینا ہے۔ اس زمانے میں فنا کی شہابی میں نہیں دو طبع
مستک میں ایک وجدانی اور دوسری مستک۔ وجدانی ہے پر انسان کا
خودی اور انفرادی ان کی بقا کا تصور ہے۔ مستک شمس پر وہ طبع
کا شمس کے بنیادی تصورات کو قریب قریب پورن میں مستک۔

۱۵۵۳

۱۵۵۳
اشک فایت کے بعد رہاؤں سے افسانہ کوئی دینا ہے۔ کاروں میں
ورس فیضیات کی پیش شہادت کے قبل ہیست میں سے خصوصاً
مستک کے مستک تجربہ سے وہ باطل مستک ہے۔ مستک سے
مستک سے مستک۔ مستک کی کوئی مستک کہ مستک میں مستک
مستک و مستک۔ مستک کے۔ مستک ہی مستک۔ مستک کو مستک
کا مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔
مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔

۱۵۵۴

۱۵۵۴
یہ ترنہ مستک کی حدید سے مستک میں مستک۔ مستک
مستک میں مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔
مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔
مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔
مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔
مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔ مستک۔

قبیل اور ملت پر۔ خود دیت کے واسطے

مذہب و شتمایت میں وہ بہت سی مادی تفریق سمجھ کر

سہ ماہی و آتش کے معادلات کا ہے۔

مذہبوں سے اسلامی صورتِ مکتب و اسلام کے اختلاف کی

مادی تفریق کو سمجھنے میں آتی ہے۔ وہ مادی ہے۔ اقبال نے قلم اعلیٰ کو ترک

نقد پر مادی و روشنی میں کیا ہے۔

مگر یہ نہ کہ وہ چاہا تھا اور نہ ہی کمال اقبال اور نہ ہی قبال کے

میں۔ دیکھیں کہ اس کے مول۔ آیت ذرا ذکر کیا دید اقبال کی تقریروں سے اقبال کو

کیونکہ سب سے صدر ایوب سے ہے کہ وہ نامور وادی ہم سب پرور

نیکو اقبال کا روزِ تشریف ہے اس کا خواب اس کی دیر سے اپنی اپنی لہجہ کے مطابق

کا خیال دینا کرتے ہیں۔

خود یہ جہدِ مدد کرنا نہیں ہوا کی صورت کی یہ کتاب قبال دینی

کتاب کا دور و فہم جو ۱۹۹۹ء کے شہادت میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر باوباق

نور کا ہے۔

قبیل مغرب کے، دینی سربراہ دور نہ ہو مادی مادی کے خلاف

دینی پیدا ہوئے ہیں۔ دین میں ان کے سر کیا تھے۔ ان کا خیال تھا

رہنمائی میں ان کے خدائے خدائے عبادت کو ہے کا ہے

مذہب نے ان کا ہاتھ درجہ سے نشانی تو کس پر ٹھوس دیا تھا۔

ان کا یہ بھی تھا کہ یہ مغرب میں رہا۔ دینی کو دور کی

نہ کہ یہ دینیت کو۔ قبول کر سکتا تھا۔ بہر حال قبال چونکہ

اس کا یہ کیا کہانی اور عارفانہ بیان کے حیا میں بھی کہتے تھے

اس سے وہ ترقی پسند عقیدے کے گہرے پرچہ کو بھی قبول نہیں کر سکتے

خانی کی خبر دو روز پہلے پہنچی تھی۔ " (۱) "
 جس سوڈن انقلاب کے ثواب تھا، اچھا رہے تھے وہ محسوس
 پیچیدگی اور اہمیت کے لحاظ سے ذریعہ عمل میں رہا یا نہ تھا۔ " (۲)
 اس انقلاب کے دوران میں، غرضتہ وہ مدت میں سوڈن
 بدلتی تھی کہ اس کے بارے میں نہ تھا۔ " (۳)
 "تجربہ نام" جیسے نام شوری کی تائید سے "تجربہ نام"
 دہشت گرد

"تجربہ نام" کے نام میں شہریت ثابت ہو کر،
 جن کی غیر مصدقہ شدہ شہریت کے دوران میں وہ رہا
 قیام تھا، اس کے تحت ہی مقیم کے طور پر رہا۔ وہ صرف
 کاغذی طور پر رہا، اس کے تحت اس کے تحت
 کاغذی طور پر رہا۔ شہریت ہی کے لئے وہ اس کی قوموں
 میں مقیم کر کے رہا۔ اس کے لئے اس کے لئے
 وہی رہا۔ وہی رہا۔ وہی رہا۔ وہی رہا۔ وہی رہا۔
 اسی سے وہ کیونٹ انقلاب کے تحت اس سے خوف زدہ نہیں
 انقلاب سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 یہ ہے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے
 حوب کی یہ بات اس کی یہ بات اس کی یہ بات
 ملک کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 ان کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

استعماریوں کی تو بعض حد تک طرف سے اعتراضات کا ایک طوفان برپا ہو گا۔ اس موقع پر خاصا صاحب نے بھٹو کے موقف کے بارے میں ایک نہایت مؤثر تقریر لکھی۔ تقریباً تقریر فرمایا جو چیٹن کے ۱۲ دسمبر ۱۹۶۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ بھٹو پر صاحب کے اعتراضات کے جواب میں جمعیت علماء پاکستان کے صدر جناب مفتی محمود صاحب نے بھی ایک بیان دیا تھا۔ آغا صاحب کا مقصد فتنہ انگیزی نہیں تھا۔

”بیٹوں کے غصے میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو“

اور دہلی سرخ ہو گئی تھی :

”ناموس رسالت کے پیغامی“

اس مقصد سے کہ چند نقیسات مد حفظ ہوں

تو بھیجے گا رسد میں بھی نہیں کر سکتے ہیں کہ رسد نے رویت کے
موسم مقرر کیے ہیں شہادت کا ضابطہ بندھ رکھا ہے۔ کسی قسم
کو سیاسی غرض کے تحت نہیں رسالت کا جو دیکھنا ہے اسے نزدیک
خود کیا جڑ ہے۔ ذرا غور کیجئے! فرض یہ ہے کہ بھٹو نے مدنی
مستندوں کی اصطلاحیں استعمال کر لی ہیں کہ اس طرف انہوں نے
احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دسترس ہے۔
ارسلہ و ثانیہ رجعت۔“

”جہاں تک فرض کا تعلق ہے اس سے بے تعلق ہے۔“

اسان پر شرف کی اصطلاح بھٹو کی ایجاد نہیں یہ اصطلاح کہ مدنی
دینی استعماریوں کے ہیں اور کر رہے ہیں۔ خود قائد منظر کے نصیحت
میں موجود ہے۔ انہوں نے باوجود پاکستان کا فتنہ انگیزی

اسیہ ایک نئے تہذیبی انقلاب میں آغا شمش نے سوسائٹیز کو نظر بستی
 اور عدلیہ کی تردید ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جو سوسائٹیز
 پاکستان کے اندر اوپنڈی میں غلط ہے وہ پاکستان کے اندر نہیں ہو سکتی ہیں۔
 ان صاحب کے دیکھے ہوئے افلاس کی روشنی میں جو ان سے بھی سوسائٹیز
 کرتے ہیں کہ جو چیز ۲۰۰۰ کی ۱۰۰۰ کو حق حق اور جس کو اب نے دیکھا خوش
 میں مساوات کو دیکھا اور اس کو سوسائٹیز قرار دیا ہے اور جو سوسائٹیز
 کے مطابق عدلیہ کی سمیت سرحدوں کے اندر نہیں آتے وہ سوسائٹیز
 ۲۰۰۰ کے مفاسد میں باطل کیے ہوئے ہیں اور وہ بھی درجہ اول
 میں نہیں ہیں۔ یہ سوسائٹیز جو دوسرے دیکھائے ہیں ان کے
 خیال میں بس کامیاب تر بھی ایک ہی سو۔



اقبالِ اوسو شلزم

اقتصادی ترقی کے حوالے سے

۲۱ مئی ۱۹۴۸ء کو جب علامہ اقبال فوت ہوئے تو پنجاب میں قائد اعظم
نظم کی جناح کے دستِ راست ملک بخت علی نے خطبہ تعزیت کرتے ہوئے
کہا تھا :

نبیوت ہو گئے ویفانی اسدِ ورپٹے سوشلسٹ تھے۔
قبلِ کوسوشلسٹ کانٹرا بس یہ نہیں دیا تھا کہ وہ کسی سوشلسٹ پارٹی
کے بانی یا قائد تھے۔ ان کی سوشلزم کی بنیاد یہ تھی کہ وہ اسد کے اقتصادی نظام کو
سوشلزم کے قریب پاتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں اپنے جو وطنوں مخصوص
مسئلوں کی تسکین پر رونا تھا کہ اسد کی اجتماعیت میں اس کا کافی علاج ہوتے
ہوئے ہیں تو انہوں نے سب میں نہیں پہنچی حساس تھا کہ ہماری محدودیت کے

قریب ہی سوشلزم کا جو تجربہ ہو رہا تھا اس سے غریبی و مفلسی کا فطرانہ مدح ہو سکتا تھا اور یہ علاج اپنی بنیاد میں سدائے کی روت سے ہم آہنگ تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مشہور خطبات میں فرماتے ہیں :

”اسلامی دنیا کے اس پاس استرکیت کی صورت میں جو نیا اقتصادنی تجربہ کیا جا رہا ہے، اس سے اسلام کے مقدر اور اس کی اصل روت کے بارے میں ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔“

اقبال نے سوشلزم کے تجربے کو غریبی اور مفلسی کے علاج کے طور پر دیکھا تھا۔ اس اقبال سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ سوشلزم کو صرف اقتصادی دولت کا نظریہ نہیں بلکہ پیداوار کی دولت کا نظریہ بھی سمجھتے تھے۔ غریبی و مفلسی کا علاج اس وقت تک نہیں ہے جب تک پیداوار میں اضافہ نہ ہو۔ سوشلزم غریبی کو تفتیر کرنے کا نام نہیں بلکہ رزق کی اس فراوانی کو وجود بخشنے کا نام ہے جس میں سب کی ضروریات کی لذت ہو۔ اقبال کے فکریں یہ نکتہ شروع ہی سے واضح ہے کہ انسان کو بنیادی ضروریات کا نقطہ تعین ہونا چاہیے۔ جب اقبال تجویز کی مہربانی پسلی کے رکن تھے تو انہوں نے اسی جذبے کے تحت یہ اقتصادی و سیاسی کی طرح کم آمدنی کی پیمائش کی چھوٹ دی جاتی ہے۔ کسی طرح کم آمدنی و سے گناہوں سے بھی یہی وضوں نہ کیا جائے کہ کہ غریب کسان بھی ایک گونہ شکھ کا سانس لے سکیں۔

بہت کم احباب یہ جانتے ہیں کہ اقبال کی سب سے پہلی تعینت۔ طومار تھا۔ کا یہی موضوع تھا کہ غریبی کیونکر ختم ہو سکتی ہے۔ اس میں اقبال نے کہا تھا :

”غریبی تو انسان پر بہت بڑا اثر ڈالتی ہے، بعد با اوقات انسان کے بعد آئینے کو اس قدر زنگ و دگر دیتی ہے کہ غداقی اور تمدنی سے اس کا خود مدد پر ہر جہاں ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ غریبوں میں

توں اور موشرم۔ انتہائی سسے کرے سے

بچے بچے رشتہ داروں کی دلجوئی صدائیں مہربانے کے بے حد خوش تو
جو میں در کب در و مندوں کو دہلا دینے سے قدس کا دناک
نظارہ بہتہ سے بے صفو نام سے حرف غلط طرح مٹ جائے۔
(دباجہ - نائپ سین حصہ ۲۲)

یہ کتاب ۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی جب تبار کے تالانہ در فلسفیانہ کرد
ن تبد تھی۔ بک کو کے غور و فکر کے بعد ۲۸ مئی ۹۲۷ء کو تبار نے جناح کے
زادہ ایک خط میں وضاحت کی :

”شرعیہ اسلامیہ کے طویل و عریض طے کے بعد میں کس شے میں تبار
کہ سدنی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو نقص
کم رکھوں مگر اس کی طرف سے اذیان ہو سکتا ہے۔“

ان چند سطروں سے عیاں ہے کہ نظام جدید ہندوستان کا خالق یعنی ذہنی ہمت
سے موت کے محول تک اس سرزد میں گفتار ہا کہ جن اقتداروں میں نے اس
کی قوم کو نہ حال کر کے رکھ دیا ہے وہ کسی طرح دور ہو۔ اس لئے کاسباؤں میں
قی پاکستان کی شکل میں سب کے سامنے آیا اس کا معاشرتی عمل بہت کموں میں
طے نہ ہونے کے باعث مغربی گورکھ دھندوں میں کھایا جاتا ہے۔ اس کی قیاس
بنا۔ سیاستدوں کے لیے تو بھاری پتھر تھا ہی۔ ہاتھ بڑے بڑے
قانون دانوں نے بھی سے چور کر چھوڑ دیا۔ مگر تبار نے اس نتیجہ کی نشان دہی
کرنے پر گفتار کی تھی۔ اس نے معقول کے ہر لفظ کے ذریعے نہ غزانے
کی چوبلی مہیا کرنے کا رستہ بھی دکھایا تھا۔ قبول کا ہر سنجیدہ قدری اس حقیقت سے
واقف ہے کہ قانون کی حکیموں کے عیاں ہر اصول کی اصل ہے۔ اند نے محکمہ فیصد کر
دیا ہے کہ قانون بس مذہبی کا ہے۔ لہذا ۵۰ ویں ہر معاشرے کا غریب فیصل ہے۔

اور وہاں : ۵۰۰۔۔۔ جب یہ صورت ہو تو تو کن چیزیں دوسرے ہر جگہ کے
کے طرح قصہ کی میدان میں بھی زمین اور سرحدیں ہریت بھٹنا سب سے صرف
اسے صرف تنہا بنے جائیں اور یہ معقول بات، خود وہ ہر پوچھنے کی جو یہ
کھرس، کس کی اگر تو کن کی کسوٹی پر پڑے شربت ہو سکتی ہے تو اسے قبول کرنے میں
کار نہ ہونی چاہیے۔

جن لوگوں نے قصہ و بات کو انسانی زندگی میں خاص قیمت دینا شروع
کیا ہے۔ ان میں ہارل مارکس نہیں پیش ہے۔ تیار بھی ہر کس کے قصہ سے
نہیں دیکھیں رکھتے تھے۔ اس کے ہاتھ میں شکر کھانے کے علاوہ اس کے ہاتھ
میں نہ تو ایک سینیٹ کو ایک خدیں لکھا تھا
”گر، شہزادہ میں خدا کی قسم ہر قریشی کریا جائے تو وہ

اس کے بہت ہی قرب آجاتی ہے۔“
جس میں مغربی دنیا کے مفکروں نے منف و ہودلی بنا کر اس کے
نقدیات کو جو چھان چھان سے اس سے مدد دے رہا ہے کہ اس کے فکر میں
یہے مقامات ہو رہے ہیں جہاں وہ انسان کو پورے انسان کی حیثیت دیتا ہے اور
زندگی کو پوری زندگی سمجھتا ہے۔ اس ضمن میں مارکس کے رفیق بنطری کہے
دعا کرتا ہوں :

”مارکس کے ہاں نظریے کے مطابق، تاریک ماضیوں میں یہ ہے
کہ جو تاریخی زندگی کا یہ ہے، اور یہ سن ہو سکے۔ اس سے
تاریخ کے اس نے کبھی کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ اس سے
کوئی اس میں کوئی بیان میں ہر رنج و سکھ میں قصہ کی ہو
جی دیکھیں ہو، سب سے زیادہ سے یہ ہے کہ اس نے خدا اور مخلوق

۱۔ اقتصادی اراغوں کو ذہن نشین کر لیا ہے۔ مارکس ہوتا یا رست کو بڑا
نے ن اقتصادی حلوں کو بھی ٹھیک طرح سے سمجھا نہیں ہوتا۔ اور
میں ان کے بہت سے جدید مارکسیوں کو بھی اس ارغوم سے بری قرار
نہیں دے سکتی کیونکہ ان لوگوں نے بھی اس سلسلے میں نہایت حیرت انگیز
جو کس پیش کی ہے۔ (سیکریٹری آف کارل مارکس مارکسٹ)

اقبال در مارکس کو باعوم دو انتہاؤں کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اقبال کو شاعر کے
بعد کچھ سمجھا جاتا ہے تو فلسفی، اور مارکس کو روکھے پھیکے دھریلے کے بعد کچھ سمجھا جاتا
ہے تو اس کی بنیاد کا جد امجد جس میں زندگی کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ اقتصاد
نظریاتی بنائے لیکن اقبال کے بارے میں اگر ہم یہ یاد کریں کہ اسے قوم کی اقتصادی ترقی
سے کتنی گہری دلچسپی تھی تو مفید ہے اس سلسلے میں ہمارے ذہنی متغیر ٹوٹنے میں مدد سے
کہ در ہمیں یہ احساس ہو گا کہ زندگی کا اقتصادی شعبہ ہمارے سنجیدہ اور اجتماعی
کوشش کا غائب ہے۔ در اقتصادی شعبے میں جماعتی کوشش کا، سوشلزم ہے
یہ مفہوم مارکس نے دیا ہے۔ بسکٹ غرضی بن سبب نہ دیتے بھی بڑھ کر اقتصادی مہدات کی
تدوین میں جتنے ہوئے ہیں لیکن جس طرح سیاسی آزادی کے لیے ہم نے کبھی
میں نہیں کر جدوجہد کی تھی جب تک اقتصادی پس ماندگی سے نجات کے لیے بھی
طرح کی جرم علی جدوجہد نہیں کریں گے صورت حال بدلنے کے امکانات پوری
طرح روشن نہیں ہوں گے۔

اگر بعض لوگوں کو ترک قرآن کا یہ بی جھوٹا سبب تو وہ اقبال ہی کے حوالے
سے یہ جان لیں کہ اقتصاد پس ماندگی خدا کا مذاپ ہوتی ہے اور اس کے خلاف
مقت کو عمری طور سے گرد عمل ہونا چاہیے۔ بسکٹ مذاپ و نفس اس سے مسئلہ رکھا
جائے گا کہ اس سے نجات کے راستے کا نیا، سوشلزم ہے۔

اقبال اور سوشلزم - اقتصادی ترقی کے حوالے سے

اقتصادی خوشحال کی اجتماعی کوششوں کو مارکس کی تعلیم نے عام کیا ہے۔ اجتماعی یا سوشلسٹ یا کمیونسٹ نظام بظاہر زندگی کے اقتصادی پہلو کو اولین اہمیت دیتا ہے لیکن جہاں تک مارکس یا انگیلز کی اپنی تحریروں کا تعلق ہے یہ حقیقت اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ اجتماعی یا منصوبہ معیشتوں کا منہتی بھی حقیقی اور وسیع تر زندگی ہو سکتا ہے۔ اگر ہم پر یہ نکتہ کھل جائے تو سوشلزم کا تصور ایک نیا ناظر اختیار کر جاتا ہے۔ اب ہماری اقتصادی زندگی کا جو منظر ہمارے سامنے کھلتا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی اور دینی زادیلے سے بھی اقتصادی شعبے میں ترقی کرنا ضروری ہے اور اقتصادی ترقی کے لیے اگر اجتماعی انداز سے کوشش کی جائے تو اس کا لازمی نتیجہ انفرادی غلامی یا زندگی کی کوتاہی نہیں ہوتا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں اقبال اپنے دور کا سب سے بڑا مسلمان نظر آتا ہے اور سب سے بڑا سوشلسٹ بھی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اقبال نے قائد اعظم کو قیام پاکستان کی ترغیب دیتے ہوئے ۲۱ جون ۱۹۴۷ء کو بستر مرگ سے لکھا تھا :

”اسلام کے لیے اشتراکی جہہوریت (سوشلزم) کو کسی موزوں شکل میں قبول کرنا حقیقت میں اسلام سے انحراف نہیں بلکہ اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف لوٹنے کے مترادف ہے۔“

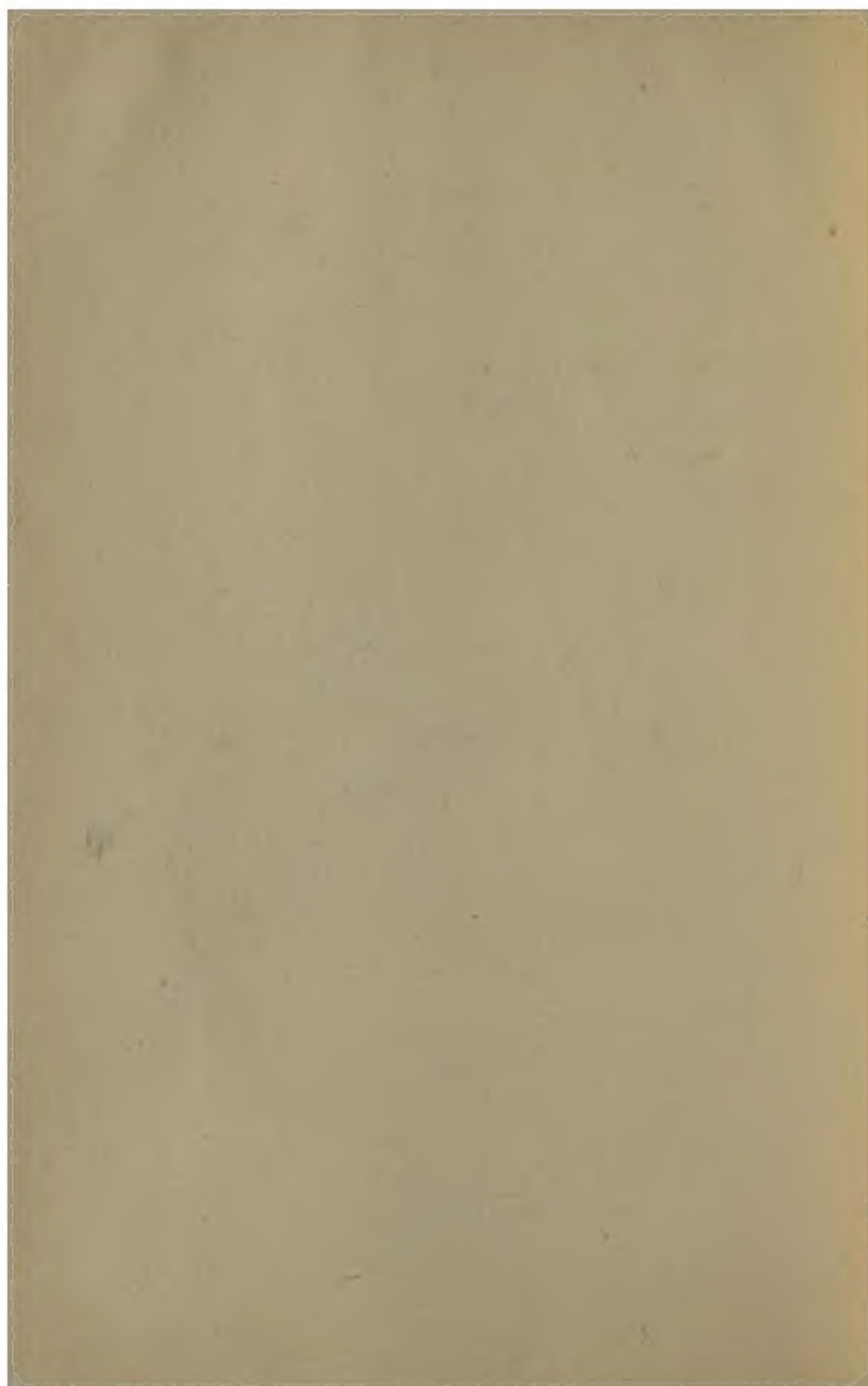
اور یہی وہ مقام تھا جس نے ۲۶ مارچ ۱۹۳۸ء کو چٹاگانگ میں قائد اعظم محمد علی جناح کے منہ سے یہ الفاظ کھلوائے تھے :

جب یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کو بنادیں سماجی انصاف اور اسلامی سوشلزم

پر ہیں تو نہ صرف میرے بلکہ کروڑوں
مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی
ترجمانی کی جاتی ہے۔“

قائد اعظم کے ان الفاظ کو دہرا کر ہم اقبالؒ کو عظیم ترین خراج عقیدت
پیش کر رہے ہیں۔ جب صاحبِ علم اقبالؒ کے فکر کو مرد میدانِ جہاد نے
اپنا لیا تو اس سے بڑھ کر اقبالؒ کو کوئی کیا خراج عقیدت پیش کرے گا۔ البتہ
اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اقبالؒ کے فکر کی مبعراج اور قائد اعظمؒ اور
کروڑوں مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی ترجمان — اسلامی سوشلزم —
کو کیونکر اور کب پاکستان میں نافذ کرتے ہیں۔





پاکستان کے بیدار عوام کے لیے ان کے

سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل پر چند انقلابی کتابیں

- ۱/- پاکستان کی سیاسی حالت ، ذوالفقار علی بھٹو ،
عوام کی عدالت میں ، ذوالفقار علی بھٹو ، ۱/۲۵
مردودیت اور موجودہ سیاسی کشمکش ، محمد صفدر میر ، ۳/-
گرفتاری سے قاتلانہ حملے تک ، مرتبہ: محمد حنیف رامے ، ۳/-
دب اکبر ، (دین ، فن ، سیاست پر مضامین) محمد حنیف رامے ، ۵/-
زمینداری ، جاگیرداری اور اسلام ، رحمت اللہ طارق ، ۸/-
چینی کمیون ، فیلکس گرین ، ۲/۲۵

[انگریزی میں]

Political Situation in Pakistan,	Z.A. Bhutto, 1/00
the People Judge,	Z.A. Bhutto, 1/25
Man & the Alliances,	Z.A. Bhutto, 1/25
Need of a Federal Constitution	
Pakistan,	J.A. Rahim, 2/00



البیان ، چوک انارکلی ، لاہور